بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کا دینی، اصلاحی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

ندائے قاسم

بیادگار: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، بانی دارالعلوم دیوبند

بانی: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ و بانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ✿ مولانا محمد مرغوب الرحمٰن صاحب

جناب سمیع احمد صاحب ✿ جناب حاجی بلال الدین صاحب

نگراں: حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سالم | مدیر تحریر: خالد انور پورنوی، المظاہری

جلد:3	مئی 2017ء	شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ	شمارہ: 31

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب: 09431011919

مولانا محمد ناظم صاحب: 09431015726

مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب: 09470083120

مولانا محمد سالم صاحب: 09934291786

ماہنامہ ندائے قاسم

Monthly **NIDA-E-QASIM**

Nafees colony, Baripath,

Mahendru, Patna-6

فی شمارہ: 20/روپیہ - سالانہ زر تعاون: 200/روپیہ

OWNER, EDITOR, PRINTER & PUBLISHER : MOHAMMAD QUASIM, PRINTED AT INDIAN ARTS OFFSET, BASEMENT OF SBI, MAHENDRU, ASHOK RAJPATH, PATNA:-6, & PUBLISHED FROM OFFICE OF THE "NIDA-E-QASIM", NAFEES COLONY, BARIPATH, MAHENDRU, DIST- PATNA-6, RNI No BIHURD/2014/59332, MOB.: 9431011919

فہرست مضامین

اداریہ	نماز، یوگا اور سوریہ نمسکار	خالد انور پورنوی المظاہری	03
درس قرآن	آزمائشیں ایمان کی نشانی! قسط نہم	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب	08
درسِ حدیث	نفلی صدقہ کی فضیلت	جناب مولانا محمد ناظم صاحب	10
مقالات و مضامین	شعبان کی پندرھویں شب میں بدعات وخرافات	حضرت مولانا مفتی تقی عاشق الٰہی	13
	حقوقِ نسواں، دورِ حاضر کے پرفریب نعرے	حضرت مولانا اسرار الحق قاسمی	17
	تاریخ کا تحفظ	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	20
	اسلام میں عمل صالح کی حقیقت	مولانا عبد الصمد قاسمی	23
	قرآن: ادب وبلاغت کی میزان	ڈاکٹر ابرار احمد اجراوی	26
	چین کی انتہاء پسندی	شمس تبریز قاسمی	33
	تعلیم اور تعلیمی ادارے	راحت علی صدیقی قاسمی	36
	مسلمانوں کی پستی اور اس سے نکلنے کی راہ	نثار احمد حصیر القاسمی	40
	کیا گائے کے نام پر 2019 تک کاٹے جاتے رہیں گے مسلمان؟	ڈاکٹر انجم ریحان	45
	مسلم لڑکیوں کو ہندو بنانے کی مہم زوروں پر!	سہیل انجم	49
	شیر میسور ٹیپو سلطان شہید کے کارنامے!	ریحان ظفر صدیقی	53
گوشہ خواتین	ہاں ہم صرف نام کے مسلمان ہیں!	**زیبا انس، مالیگاوں**	56
جمعیۃ علماء	منظور کردہ تجاویز وکاروائی	رپورٹ: خ-انور، پورنوی	57
جمعیۃ علماء	جمعیۃ علماء بہار کی دینی، ملی اور قومی سرگرمیاں	رپورٹ: خ-انور، پورنوی	61
شب وروز	روٹی بنانے والی مشین کا افتتاح	ادارہ	64

E-Mail:-.nedaequasim@gmail.com

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں!

کمپیوٹر کتابت: مجود عالم، بھاگلپوری: *09934837448*

اداریہ

نماز، یوگا اور سوریہ نمسکار

خالدانور پورنوی المظاہری

یہ ہندوستان ہے، کثرت میں وحدت اس کی پہچان ہے، مختلف تہذیبوں، اور ثقافتوں کا یہ حسین سنگم ہے، ہزاروں زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں، موسموں، مزاجوں، اور طبیعتوں کی تفریق کے ساتھ سبھی ہندوستانی ہندوستان کی خوبصورتی کا حصہ ہیں، مذاہب، رسم ورواج، اور بہت سی چیزوں میں اختلافات کے باوجود دوسروں کی تہذیب وثقافت کا احترام کرنا اور اسے برداشت کرنا ہندوستانیوں کی شان سمجھی جاتی ہے۔

مندر بھی ہے، مسجد بھی ہے، گردوارہ بھی ہے، چرچ بھی ہے اور دیگر عبادت خانے بھی، ہر ایک کو اپنے اپنے مذہب اور دھرم پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہندوستان کا قانون دیتا ہے، مگر جنہیں قانون اور ہندوستان کی آئین پر یقین نہ ہو وہ ہندو مسلم، سکھ، عیسائی کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے نفرت کی راج نیتی کرتا ہے، جنتا کو بے وقوف بنا کر اور بھولی بھالی عوام کو اپنے جال میں پھنسا کر اقتدار حاصل کرنا ان کا مقصد ہوتا ہے، اب یہ طے عوام کو کرنا ہے کہ انہیں وکاس چاہئے، یا نفرت کی راج نیتی۔

''سب کا ساتھ اور سب کا وکاس'' بہت خوبصورت نعرہ ہے، مگر عملی کردار اس کے برخلاف ہوا س سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اس سے ہندوستان بھر میں مسلمانوں کے تئیں ایک نفرت کا پیغام جاتا ہے، من گھڑت باتیں اور جھوٹی افوائیں بڑی آسانی سے لوگوں کی سمجھ میں آجاتی ہیں، مگر سچائی سننے کی کسی میں طاقت نہیں ہوتی ہے۔

ابھی کیا ہوا؟ یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی جی نے اپنے ایک بیان میں نماز اور سوریہ نمسکار کا موازنہ کرتے ہوئے کہا: ''یوگا کے دوران سوریہ نمسکار نماز پڑھنے جیسا ہے، جو لوگ سوریہ نمسکار پر اعتراض کرتے ہیں وہ بھارتی معاشرہ کو مذہبی بنیادوں پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں''، انہوں نے آگے بڑھ کر یہاں تک کہہ دیا: ''نماز ادا کرنے کے مختلف انداز یوگا اور سوریہ نمسکار کے مختلف آسن آپس میں ملتے ہیں، کسی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس مماثلت کے ذریعہ قریب لانے کی کوشش نہیں کی'' اور اس بیان کے بعد میڈیا اور ٹی وی چینلوں میں عمل درعمل کا سلسلہ جاری ہوگیا، یوگی جی کی قصیدہ خوانی ہونے لگی، اور کہا جانے لگا ان کی انتہاء پسندی والی سوچ میں بڑی تبدیلی آگئی ہے، ہندو اور مسلم کو قریب کرنے کی وہ بات کرنے لگے ہیں، حد تو اس وقت ہوگئی جب ٹی وی چینلوں میں بیٹھے علماء کرام بھی اپنے آپس میں بھڑ گئے، کوئی یوگا کی حمایت کر رہا تھا، اور کوئی اسے اسلام کے خلاف

قرار دے دیا تھا، کوئی یوگی کی تائید کر رہا تھا تو کوئی یوگی کی تنقید، لیکن اصل مسئلہ کیا تھا؟ بڑی خوبصورتی سے ٹی وی کے اینکر نے سب کو بہکا دیا تھا، اور سب اس کے جال میں پھنستے چلے گئے، بحث ہونے لگی صرف یوگا پر، اور سوریہ نمسکار جو اصل مدعا تھا وہ پیچھے چلا گیا۔

یوپی کے وزیراعلیٰ یقیناً یوگی ہیں، اس لئے وہ یوگا کے بارے میں اچھی معلومات رکھتے ہونگے، لیکن نماز اور سوریہ نمسکار کے بارے میں ان کی معلومات ہم سمجھتے ہیں کہ صفر کے برابر ہے، چونکہ دونوں ہی ایک دوسرے کی ضد ہے، نماز میں صرف اللہ کی پوجا ہے جبکہ سوریہ نمسکار میں اللہ کے علاوہ سورج کی پوجا ہے، ایک میں توحید الٰہی کا تصور ہے اور دوسرے میں اللہ کی وحدانیت کے ساتھ شرک ہی شرک ہے، اس کے باوجود اگر کوئی دونوں کے بارے میں رائے زنی کرنے لگیں اور دونوں کی مماثلت کو ثابت کرنے لگیں تو اس سے نہ صرف ان کی ذہنیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے بلکہ ''دین اکبری'' کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے، چونکہ جہالت دونوں جگہ ہے، ہاں ایک میں اکبر ہے اور دوسرے میں یوگی ہے، انہوں نے بھی درباری چمچوں، شاہی اماموں اور پنڈتوں سے مل کر ''دین اکبری'' کی بنیاد ڈالی تھی، اور یہاں بھی یوگی جی کو نام نہاد مسلمانوں، سادھوؤں، سنتوں، پنڈتوں کی ایک بڑی جماعت کا تعاون حاصل ہے جو صدیوں سے سناتن دھرم، اور ویدوں کی اصل تعلیمات کو بے چاری عوام سے چھپا رکھا ہے، جس میں واضح طور پر شرک و بت پرستی سے منع کیا گیا ہے۔

۞ ۞ ۞

یوگا کیا ہے؟ یوگا سنسکرت لفظ ''یوج'' سے نکلا ہے، جس کے معنی ذہنی گہری سوچ کے ذریعہ وحدت کائنات کے پراسرار رازوں تک پہونچنا، بھگوت گیتا کا چھٹا باب ''فلسفہ یوگا'' کے لئے خاص ہے، یوگا کے دوران کئی اشلوک اور منتر کا ورد کیا جاتا ہے، اگر ترجمہ پر غور کریں تو سمجھ میں آتا ہے کہ یوگا صرف ایک ورزش نہیں، بلکہ ایک خاص عبادت ہے، اشلوک کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ''میں نہ عقل ہوں نہ سوچ، میں نہ سن سکتا ہوں نہ بول سکتا ہوں، نہ سونگھ سکتا ہوں نہ دیکھ سکتا ہوں، میں روشنی اور ہوا میں اپنے آپ کو نہیں پاتا ہوں، نہ زمین پر نہ آسمان پر، میں نعمتوں کی نعمت ہوں، میرا کوئی نام نہیں، میری کوئی زندگی نہیں، میں سانس نہیں لیتا ہوں، نہ کوئی مقدس کلمات ہیں نہ عبادات، نہ علم ہے نہ معلوم، کسی شئی نے مجھے ڈھالا نہیں، میرا کوئی جسمانی خروج نہیں، میں نہ غذا ہوں نہ کھانا اور نہ کبھی میں نے کھایا ہے، میں خیالات اور مسرت ہوں اور آخر میں کرم میں مل جاؤں گا۔ میں غیر مجسم ہوں، میں احساسات میں رہتا ہوں لیکن وہ میرا مسکن نہیں''۔ (لائٹ آف یوگا صفحہ ۲۳۔۳۳)

ان اشلوکوں اور منتروں میں خودی کا انکار، تمام عبادات اور مقدس کلمات کا انکار، علم اور تعلیم کے انکار کے

ساتھ ایسی تمام باتیں ہیں جو ایمانیات اور اسلامی تعلیمات سے ٹکراتی ہیں اور خالق ومخلوق کے فرق کو یکسر ختم کر دیتی ہیں۔، یوگا کو آسان زبان میں مراقبہ بھی کہا جاسکتا ہے، جس کے ذریعہ آتما، پرماتما اور شریر کو ایک ساتھ مربوط کی کوشش کی جاتی ہے، یوگا کرنے والا مشرق کی جانب آنکھیں بند کر کے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر اپنے فرضی عقیدہ کے مطابق سوریہ بھگوان کو خوش کرنے کیلئے اپنی ساری توجہ اسی کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

ماڈرن خیال کے نام نہاد مسلمان اپنے آقا کو خوش کرنے کیلئے بار بار کہتے رہے ہیں: کہ یوگا کے سلسلہ میں مذہبی قائدین کی طرف سے مسلم طبقہ کو گمراہ کیا جارہا ہے، یوگا صرف ایک ورزش ہے، جبکہ اشلوکوں، منتروں اور یوگا کے اتہاس کو پڑھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ یہ سراسر جھوٹ ہے، اور 125 رکروڑ مسلمانوں کو شرک کے دلدل میں دھکیلنے کیلئے ایک راہ نکالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے ملیشیا، انڈونیشیا، سنگاپور، کویت اور مصر کے علماء نے کافی تحقیق اور بحث ومباحثہ کے بعد یوگا کو حرام اور فعل کفر قرار دیا ہے۔ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ یقیناً اپنے ایمان کا سودا نہیں کرسکتا ہے؟

ہمیں وہ دن یاد ہے کہ اٹل بہاری واجپئی جی ملک کے وزیر اعظم تھے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے ملاقات کیلئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لے گئے، ملاقات ہوئی اور کئی موضوعات پر بات چیت ہوئی، یہ وہ دَور تھا جب تمام اسکولوں میں یوگا اور سوریہ نمسکار کو لازم قرار دینے کے فرمان جاری ہونے لگے تھے۔ ملاقات کے بعد میڈیا کو بیان دیتے ہوئے حضرت مولانا علی میاںؒ نے کہا تھا: میری قوم کا ہر بچہ تعلیم سے محروم ہوجائے میں اس کو گوارہ کرسکتا ہوں، لیکن اس کے عقیدے، اور ایمان پر آنچ آجائے میں اس کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا ہوں۔

ہاں یہ الگ مدعا ہے کہ یوگا کیلئے سوریہ نمسکار ضروری ہے یا نہیں؟ مگر یہ سفید جھوٹ ہے کہ یوگا صرف ایک ورزش ہے، اگر ایسا ہوتا تو ملک کے وزیر اعظم کو اتنی فکر یوگا کی کیوں ہوتی؟ وہ کیوں اقوام متحدہ سے عالمی سطح پر منانے کی منظوری لیتے، کیا ان کے اس بیان کو ہم بھول گئے، جب انہوں نے ''یوگا ڈے'' مناتے ہوئے 35ر ہزار شہریوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: مشرق سے مغرب تک سورج کی پہلی کرن جہاں بھی پڑے گی اور 24 رگھنٹے بعد سورج کی کرن جہاں ختم ہوگی ایسی کوئی جگہ نہ ہوگی جہاں یوگا نہ ہورہا ہوگا، پہلی بار دنیا کو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ سورج یوگا کا مشق لوگوں کیلئے ہے، اور یوگا مشق کا یہ سورج ڈھلتا نہیں ہے، کیا اس سے یہ بات سمجھی نہیں جاسکتی ہے کہ یوگا اور سوریہ نمسکار ایک دوسرے کیلئے لازم اور ضروری ہے۔ اسی لئے تو مکھیہ منتری بننے سے قبل یوگی جی نے کہا تھا: سوریہ نمسکار کے مخالفین کو سمندر میں غرق ہوجانا چاہیے۔

۞ ۞ ۞

نماز کیا ہے؟ مذہب اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے دوسرا رکن نماز ہے، توحید ورسالت کے بعد نماز ہی کا نمبر ہے، نماز مسلمانوں کی روح ہے، نماز مومنین کے لئے معراج ہے، نماز سے ایمان جھلکتا اور نظر آتا ہے، نماز اسلام کے پانچ ستونوں میں سے ایک اہم ستون ہے، نماز ایمان کی نشانی ہے، جب کہ نماز چھوڑ نے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے، نماز میں توحید کی عملی مشق کرائی جاتی ہے، نماز شروع کرتے ہوئے، رکوع، سجدہ کے لئے جاتے ہوئے، سجدہ سے اٹھتے ہوئے، بار بار اللہ اکبر، اللہ اکبر کے ذریعہ اللہ کی کبریائی اور اللہ کی بڑائی کا اظہار ہوتا ہے، بار بار رکوع، اور سجدوں کے ذریعہ انسانی ذہنوں کو یہ بات سمجھائی جارہی ہے کہ رکوع اور سجدہ اور لائق پرستش صرف اللہ کی ذات ہے، اس کے علاوہ دنیا کی ساری چیزیں انسانوں کی غلام اور نوکر ہیں، یہ چاند، یہ سورج، اور یہ ستارے انسانوں کے نفع کے لئے ضرور ہیں، مگر وہ اس قابل نہیں کہ انسان جیسی اشرف المخلوقات ان کے سامنے سجدہ ریز ہو یا اسے جھک کر سلامی دے، سورج خود زمین اور آسمان میں موجود دیگر مخلوقات، شجر وحجر، پہاڑ اور چاند کی طرح اللہ کو سجدہ کرتا ہے، جو خود ساجد ہو وہ مسجود کیسے ہوسکتا ہے؟

سورج نکلتے اور ڈوبتے وقت نماز پڑھنے سے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تا کہ جو لوگ سورج کی پوجا کرتے ہیں، ان کی مشابہت نہ ہوجائے، بخاری اور مسلم شریف کی روایت میں ہے اللہ کے رسول ﷺ نے واضح انداز میں ارشاد فرمایا ہے: کوئی بھی سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کرے، اس لئے کہ سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

محدثین اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان سورج کے سامنے کھڑا ہوجاتا ہے، تا کہ آفتاب اس کے سر کے دونوں جانبوں کے درمیان نکلے، اس حرکت سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ سورج کو پوجتے ہیں اور اس کی طرف رخ کر کے سوریہ کو خوش کرنا چاہتے ہیں، شیطان اس کا قبلہ بن جائے، جبکہ دوسری روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے، کہ اس وقت نماز پڑھنا اس لئے منع ہے چونکہ اس وقت کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔

قومی یکجہتی کا مطلب ہی لوگوں نے غلط سمجھ لیا، مندر میں گھنٹی بجانے والے مسجد میں ماتھا ٹیکیں، اور مسجد میں ماتھا ٹیکنے والے مندر میں پوجا کرنے لگیں، اسے ہی وسعت ظرفی کہا جانے لگا ہے، کوئی نام نہاد مسلمان سوریہ نمسکار کرتا ہے وہ سب سے بہتر مسلمان ہے، وہی سب کی دلیل بن جاتی ہے اور جس کسی نے انکار کردیا انٹی نیشنلزم کا سرٹیفکیٹ دے دیا جاتا ہے، اور اگر انکار کرنے والا مولوی صاحب ہے تو دقیانوسی اور جدت پسندی کا

الزام لگا دیا جاتا ہے، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، طارق فتح جیسے لوگ یوگی جی کو بہت پسند ہے، اس لئے کہ یہ لوگ من چاہا اسلام پیش کرتے ہیں، اور چند سکوں کی لالچ میں اپنی ضمیر اور غیرت کے ساتھ اپنے دین وایمان کا سودا کرنا بھی قابل فخر کارنامہ سمجھتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا اور ایسا سمجھنا قومی یکجہتی کے ساتھ ہی نہیں؛ اس ملک اور ملک کی سیکولرازم کے ساتھ فراڈ کرنا ہے، جین مذہب کے لوگ بغیر لباس کے رہتے ہیں، اور اسی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، کیا تمام ہندوستانیوں کو لباس اتروانے پر مجبور کر دیا جائے گا؟ یا جین مذہب کے لوگوں کو لباس کا پابند بنایا جائے گا؟ اگر دونوں ایک ہو جائے، یا تو لباس میں یا بے لباس میں، تو پھر ہندوستان ہندوستان نہیں رہے گا۔ ہندوستان ہے ہی اسی لئے کہ دوسروں کی تہذیب اور ثقافت کو برداشت کیا جائے، مگر اپنی تہذیب کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہ ہو۔

ہم ہندوستانی ہیں اور ایک سچے مسلمان بھی، ہمیں جتنا فخر ہندوستانی ہونے پر ہے اتنا ہی فخر مسلمان ہونے پر ہے، جیسے ہماری دو آنکھیں ہیں، دونوں ہی ہمارے لئے ضروری ہیں، اسی طرح ہندوستان کی خوبصورتی ہندستانی مسلمانوں کے بغیر نا کافی ہے، ہندوستان کے نقشہ سے ہمیں کوئی الگ نہیں کر سکتا ہے، یہاں کے آئین نے ہمیں اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہے، اور دیگر شہریوں کی طرح ہمیں بھی برابری کا درجہ حاصل ہے۔

ہم اس موضوع پر نہیں پڑتے کہ سوریہ نمسکار سناتن دھرم میں کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس کی اصل تعلیمات کیا ہیں؟ مگر ہاں یہ ضرور کہنا چاہتے ہیں کہ سوریہ نمسکار بھارتی معاشرہ کا حصہ نہیں ہے، بلکہ خاص دھرم کی مخصوص عبادت کا نام ہے، وہ جو چاہیں، وہ کریں بڑے شوق سے، مگر مسلم بچوں اور بچیوں کے لئے لازم اور ضروری کر دیا جائے گا تو مذہب اسلام میں صریح مداخلت ہوگی، اور مسلمان اپنے ایمان کا کبھی سودا نہیں کر سکتا ہے۔

جنہوں نے یوگی جی کے بیان کے بعد انہیں نماز پڑھنے کی صلاح دی، وہ ان کی اپنی رائے ہوگی، لیکن ایسا ہم نہیں کہہ سکتے، اس لئے کہ نماز مسلمانوں کے لئے ہے، ہاں ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ نماز پڑھنے کے جسمانی فائدے بھی بہت زیادہ ہیں؛ لیکن ایک مسلمان اس لئے نماز نہیں پڑھتا ہے کہ اس کی کمر کا درد کا ختم ہو جائے، وہ تو اس لئے کہ پڑھتا ہے اس کے خدا اور رسول نے یہی حکم دیا ہے۔

جو دیکھ چکے ہیں شَفَقِ شام کا منظر
چڑھتے سورج کی عبادت نہیں کرتے

nedaequasim@gmail.com-09934556027

درس قرآن

العنکبوت - قسط نہم

آزمائشیں ایمان کی نشانی!

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ وبانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

وَاِبْـرٰهِيْمَ اِذْقَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُ وا اللّٰهَ وَاتَّـقُوْهُ ؕ ذٰلِـكُـمْ خَيْـرٌ لَّـكُـمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥(العنکبوت:۱۶)

اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: کہ تم اللہ کی عبادت کرواور اس سے ڈرو، اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو!

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے مایوس ہوگے اور باپ نے سختی سے کہا: ''اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِىْ يٰاِبْرٰهِيْمَ ''(مریم:۴۶) اے ابراہیم معلوم ہوتا ہے کے تو ہمارے معبودوں سے بدعقیدہ ہے بس اپنی بداعتقادی اور وعظ ونصیحت کو رہنے دے، ورنہ تجھ کو کچھ اور سننا پڑیگا، بلکہ میرے ہاتھوں سنگسار ہونا پڑیگا، اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو میرے پاس سے ایک مدت (عمر بھر) کیلئے دُور ہو جا، تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا، اس سے پہلے کہ میں تجھ پر ہاتھ اٹھاؤں یہاں سے روانہ ہو جا۔(ترجمہ شیخ الہند:412)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا:

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُلَكَ رَبِّىْ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا٥ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّىْ ۮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّىْ شَقِيًّا٥ (مریم۴۷-۴۸)

اچھا تم پر سلام ہو، لیجئے میں جاتا ہوں اور تم سے رخصت ہوتا ہوں، اللہ تعالی تم کو ہر ظاہری اور باطنی آفت سے سلامتی عطا فرمائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سلام تحیہ اکرام نہ تھا؛ بلکہ سلام رحمت تھا اور باپ کیلئے دعا کو متضمن تھا، ابراہیم علیہ السلام نے کہا: البتہ میں تیرے لے اپنے پرورد گار سے مغفرت مانگتا ہوں بلاشبہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے، یعنی میں آپ سے جدا ہوتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کو ایمان کی توفیق دے، جو ذریعہ مغفرت ہے۔(معارف القرآن:۷۲/۵)

اور چلتے وقت باپ سے دعائے مغفرت کا وعدہ کیا شاید باپ نرم پڑ جائے، ابراہیم علیہ السلام برابر اپنے باپ کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہے، جب ان کے باپ کا خاتمہ کفر پر ہو گیا، توان سے بیزار ہو گئے۔

(معارف القرآن:۷۲/۵ مولانا ادریس کاندھلوی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے مشرک باپ کیلئے دعائے مغفرت کرنا محض ایک وعدہ کی بناء پر تھا، جو انہوں نے اپنے باپ سے کرلیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا تھا: ''سَلَامٌ عَلَيْكَ ۚ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي '' اے باپ تم پر سلام ہو، میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ دعاء مانگنا باپ کی زندگی میں تھا اور ایک وعدہ کی بناء پر تھا، کیونکہ ان کو یہ طمع تھی کہ شاید میرا باپ اسلام لے آئے۔ زندہ مشرک کیلئے دعائے مغفرت کے معنی دعائے ہدایت کے ہیں کہ اللہ ان کو ہدایت دے۔ اس امید اور طمع پر باپ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا، پھر جب ابراہیم علیہ السلام کو ظاہر ہوگیا کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن ہے، یعنی کفر پر مرا اور ایمان کی توفیق نہ پائی، یا بذریعہ وحی کے معلوم ہوگیا کہ آزر ایمان نہ لائیگا، تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بیزار ہوگئے، اور دعائے مغفرت موقوف کردی، کیونکہ مرنے سے ایمان اور ہدایت کا وقت ختم ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے مشرک باپ کیلئے دعائے مغفرت کرنا اس وعدہ کے پورا کرنے کیلئے تھا جو وہ کر چکے تھے، پھر جب ان کو بذریعہ وحی کے یا ان کے کفر کے حالات پر مرنے سے ان کا ناری ہونا معلوم ہوگیا تو انہوں نے ان کیلئے دعاء کرنی چھوڑ دی، اور فوراً ان سے بیزار ہوگئے۔ (معارف القرآن:۵۲۹/۳)

جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو شام کا راستہ دکھلایا، ''وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ (الصّٰفّٰت:۹۹) اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دیگا۔

یعنی اب مجھے کسی ایسی آبادی میں ہجرت کرکے چلا جانا چاہیئے جہاں اللہ کی آواز گوشِ حق نیوش (وہ کان جو ہمیشہ حق بات سنتا ہو) سے سنی جائے، اللہ کی زمین تنگ نہیں ہے، میرا کام پہونچانا ہے، اللہ اپنے دین کی اشاعت کا سامان خود پیدا کریگا۔ (قصص الانبیاء:۶۹)

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے شام کی طرف ہجرت فرمائی، اور ان کے ساتھ چند اور آدمیوں نے ہجرت کی جو ان پر ایمان لے آئے تھے، جن میں حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے، جو ساری قوم کے خلاف ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اور آپ علیہ السلام کی بی بی سارہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ہمراہ تھی، پہلے حران میں ٹھہرے، پھر کچھ عرصہ بعد وہاں سے مصر چلے گئے، پھر وہاں سے شام آئے اور فلسطین کے علاقہ میں اقامت اختیار کی۔ (جاری)

○❖○

درس حدیث

نفلی صدقہ کی فضیلت

جناب مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار

عَنْ اَسْمَاءَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَاقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنْفِقِیْ وَلَاتُحْصِیْ فَیُحْصِیِ اللّٰہُ عَلَیْکِ وَلَاتُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْکِ اِرْضَحِیْ مَااسْتَطَعْتِ. (بخاری ومسلم)

حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کہ خرچ کرتی رہو اور گن گن کر مت رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھے گن گن کر دیں گے، اور مال کو بند کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ اپنی بخشش روک دیں گے، جہاں تک ہو سکے تھوڑا بہت خرچ کرتی رہو۔

تشریح: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں، انہوں نے مکہ ہی میں قبول اسلام کر لیا تھا، وہ اٹھارویں مسلمان تھیں، اس زمانہ میں ایک مسلمان کا بڑھ جانا بہت بڑی بات تھی؛ اس لئے یوں شمار کیا کرتے تھے کہ فلاں ساتواں مسلمان ہے اور فلاں دسواں مسلمان ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان کی روایت کردہ بہت سی حدیثیں کتابوں میں ملتی ہیں، ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوام ؓ تھے جن کو آنحضرت ﷺ نے اپنا حواری یعنی بہت خاص آدمی بتایا تھا، ان کے صاحبزادوں میں عبداللہ بن زبیر ؓ نے مکہ میں حکومت قائم کر لی تھی جو بادشاہ وقت عبدالملک بن مروان کے خلاف تھی، عبدالملک کا مشہور ظالم گورنر حجاج بن یوسف گزرا ہے اس نے مکہ پر چڑھائی کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو شہید کر دیا تھا، اس وقت ان کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا زندہ تھیں، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو شہید کر کے حجاج ان کی والدہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تم نے دیکھا تمہارے لڑکے کا کیا حال بنا؟ یعنی شکست کھا کر قتل ہوا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بغیر کسی خوف وہراس کے برجستہ جواب دیا: ''**رئیتک افسدت علیہ دنیاہ وافسد علیک آخرتک**''یعنی میرے بیٹے کی اور تیری جنگ کا خلاصہ میرے نزدیک یہ ہے کہ تو نے میرے بیٹے کی دنیا خراب کر دی یعنی اس کی دنیاوی زندگی ختم ہوگئی اور اس نے تیری آخرت خراب کر دی۔ (مشکوۃ المصابیح:۵۵۳) کیونکہ ایک بادشاہ کی حمایت میں پڑ کر تو نے ایک صحابی کو شہید کر دیا جو صحیح خلافت قائم کئے ہوئے تھا، اس زمانے کی مسلمان عورتیں بھی بڑی بہادر اور دلاور ہوتی تھیں، بات یہ ہے کہ ایمان

مضبوط ہوتو دل بھی مضبوط ہوتا ہے اور زبان بھی حق کہتے ہوئے لڑکھڑاتی نہیں ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ ایک بوڑھی عورت حجاز اور عراق کے گورنر کو منہ توڑ جواب دے رہی ہے۔

مال کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی تین نصیحتیں:

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آنا جانا رہتا تھا، اور مسئلہ مسائل دریافت کرتی تھیں، ایک بار آنحضرت ﷺ نے ان کو فی سبیل اللہ خرچ کرنے اور غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کی خبر گیری کی طرف توجہ دلائی اور چار باتیں ارشاد فرمائیں:

اول: ''اَنْفِقِیْ'' خرچ کرتی رہا کرو۔ دوم: ''وَلَا تُحْصِیْ'' گن گن کر نہ رکھنا۔

یعنی جمع کرنے کے پھیر میں نہ پڑنا کہ جمع کر رہے ہیں اور شمار کرتے جا رہے ہیں، آج اتنا ہوا، کل اتنا بڑھا، جمع کرنے کے خیال میں اپنی ضرورتیں بھی روکے ہوئے ہیں، اور دیگر ضرورت مندوں کو بھی نہیں دیتے، یہ طریقہ اہل ایمان کا نہیں بلکہ دنیا سے محبت کرنے والے ایسا کرتے ہیں جن کی جان ہی پیسہ ہے، پیسے ہی کیلئے جیتے ہیں اور اسی کیلئے مرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ایسے لوگوں کو **عبد الدنیا والدرھم** (دنیا ور درہم کا غلام) فرمایا۔ حضور اقدس ﷺ کو ایسے لوگ بہت ناپسند تھے۔ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا:

تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْھَمِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَةِ اِنْ اُعْطِیَ رَضِیَ وَاِنْ لَّمْ یُعْطَ سَخَطَ تَعِسَ وَانْتُکِسَ وَاِذَاشِیْکَ فَلَا انْتُقِشَ. (مشکوٰۃ: ۴۳۹)

بے مراد ہو روپے پیسہ اور چادر کا غلام جس کا یہ حال ہے کہ اگر اسے مل جائے تو راضی اور نہ ملے تو خفا ہو جائے، ایسے شخص کا برا ہو اور اس کیلئے بربادی ہو اور اگر اس کے کانٹا لگ جائے تو خدا کرے کوئی نہ نکالے۔

دوسرا مطلب ''وَلَا تُحْصِیْ'' کا محدثین نے یہ بتایا ہے کہ ضرورتمند اور فقیر کو دیتے وقت اس لئے نہ گننا کہ کہیں زیادہ تو نہیں جا رہا ہے اور دل کھچ رہا ہے، ایک پیسہ دینے کیلئے جیب میں ڈالا تھا مگر دو پیسے کا سکہ ہاتھ میں آ گیا، اب سوچ رہے ہیں کہ یہ تو ایک پیسہ زیادہ ہے فقیر کی طرف ہاتھ بڑھنے کے بجائے واپس جیب میں جا رہا ہے تا کہ ایک پیسہ کا سکہ نکالا جائے، یہ بھی حب مال کی دلیل ہے۔

پھر فرمایا: ''فَیُحْصِی اللّٰہُ عَلَیْکَ'' یعنی اگر تم گن گن کر رکھوگی اور جمع کرنے کی فکر میں پڑوگی یا فقیر کو دیتے وقت گنتی کروگی تا کہ پیسہ دو پیسہ زیادہ نہ چلا جائے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بھی گن کر ملنے لگے گا یا اگر بہت ہوگا تو اس کی برکت ختم کر دی جائے گی، بے برکتی کی وجہ سے بہت زیادہ مال

ایسا پٹ ہوجائیگا جیسے دو چار پیسے ہوتے ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے: ''فَیُحْصِی اللّٰہُ عَلَیْکَ '' کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم غریبوں پر خرچ کرتے وقت یہ خیال کروگی کہ کہیں زیادہ تو نہیں چلا گیا تو ایسی صورت میں اللہ جل جلالہ وعم نوالہ بھی اپنے دیئے ہوئے مال کا حساب لیتے وقت سختی فرمائیں گے اور چھان بین کے ساتھ حساب لیں گے پھر اس وقت کہاں ٹھکانا ہوگا۔ اللہ نے تمہیں دیا ہے تم اس کی مخلوق پر خرچ کرو۔ قرآن شریف میں ہے: ''وَاَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ''، یعنی مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک کرو جیسے خدا نے تمہارے ساتھ احسان کیا۔

سوم: یہ نصیحت فرمائی: ''وَلَاتُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰہُ عَلَیْکَ''، یعنی جمع کر کے نہ رکھنا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے خزانۂ غیب سے تمہیں نہ نوازیں گے اور اپنی داد و دہش میں کمی فرمادیں گے۔ بات یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے بہت ملتا ہے اور رزق میں کشائش ہوتی ہے اور اگر تھوڑا ہو تو اس میں برکت بہت ہوتی ہے۔

جن لوگوں کو جمع کرنے کا ذوق ہوتا ہے، اپنی ضروریات بھی دباتے رہتے ہیں، بچوں پر خرچ کرنے میں کمی کرتے ہیں، پھر دوسرے محتاجوں کو دینے کا سوا ہی کیا ہے، ایسے لوگ وہ فرائض بھی ادا نہیں کرتے جو مال سے متعلق ہیں۔ زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی اور بندوں کے واجب حقوق، والدین کے اخراجات وغیرہ کی طرف بالکل دھیان نہیں دیتے جس کی سزا آخرت میں بہت بڑی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''کَلَّا اِنَّھَا لَظٰی نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی وَجَمَعَ فَاَوْعٰی'' (سورہ معارج) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اُتار دے گی، وہ اس شخص کو بلاوے گی جس نے پیٹھ پھیری ہوگی اور بے رُخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہوگا۔ (ترجمہ بیان القرآن)

چہارم: فرمایا: ''اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ'' تھوڑا بہت جو سکے راہِ حق میں خرچ کرتی رہو۔ لفظ ''جو کچھ ہو سکے'' بہت عام ہے اور ہر امیر غریب اس پر عمل کرسکتا ہے۔ درحقیقت فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا تعلق آخرت کی محبت سے ہے مالداری سے نہیں ہے۔ غریب بھی خرچ کرسکتا ہے مگر اپنی مقدرت کے مطابق خرچ کریگا، اور امیر بھی خرچ کرسکتا ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق پیسہ اٹھائیگا۔ دنیاوی ضرورتوں میں بھی تو سب ہی خرچ کرتے ہیں، آخرت کا فکر ہو تو اس میں بھی امیر غریب پیسہ لگائے۔ محدثین لکھتے ہیں: کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے یہ لفظ ''تھورا بہت جو کچھ ہو سکے خرچ کرو'' اور یہ بھی بات ہے کہ شوہر کے مال سے عام طور پر تھوڑا بہت ہی خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ○❖○

مقالات ومضامین

شعبان کی پندرھویں شب میں بدعات وخرافات

حضرت مولانا مفتی تقی عاشق الٰہی بلند شہریؒ

آج ہمارے غلط اعمال نے اس رات کے ثواب کو عذاب سے اور برکات کو دینی ودنیوی نقصان سے بدل دیا ہے اور ہم نے باعث برکت رات کو سراپا گناہ اور معصیت بنالیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا اُسوۂ چھوڑ کر قسم قسم کی بدعات اور طرح طرح کی رسمیں ایجاد کرلی گئیں ہیں، جن کو فرائض کی طرح التزام سے ادا کیا جاتا ہے جن میں سے بعض یہ ہیں:

آتش بازی اور روشنی:

یہ رسم نہ صرف ایک بے لذت گناہ ہے بلکہ اس کی دنیوی تباہیاں بھی ہمیشہ آنکھوں کے سامنے آتی ہیں۔ اس میں ایک تو اپنے مال کا ضائع کرنا ہے اور بیجا اسراف ہے جو بربادی کا ذریعہ ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:''اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْ آاِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ'' بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔اور ارشاد ہے:''وَلَاتُسْرِفُوْااِنَّہٗ لَایُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ''اور اسراف نہ کرو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جس قوم کی اقتصادی حالت نازک اور خطرناک ہو اور جس کو افلاس نے دوسری قوموں کا غلام بنارکھا ہو، اس کا اتنا روپیہ پیسہ اس طرح فضول اور بیہودہ رسوم میں ضائع ہو تو اُس کی قومی زندگی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ ہر سال اس رات میں یہ افلاس زدہ قوم لاکھوں روپیہ آتش بازی، انار اور پٹاخے وغیرہ چھوڑنے پر خرچ کردیتی ہے اور گاڑھی کمائی کو نذرآتش کرکے مبارک رات کی برکتوں کو بھسم کرڈالتی ہے۔یہ عمل خلاف شرع ہونے کے ساتھ ساتھ خلاف عقل بھی ہے۔

بچوں کو آتش بازی، پھل جڑی، انار اور پٹاخے چھوڑنے کیلئے پیسے دیئے جاتے ہیں اور ان کو بچپن ہی سے خدائے تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی مشق کرائی جاتی ہے۔بہت سے بڑے اور بچے جل جاتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ دکانوں اور مکانوں تک میں آگ لگ جاتی ہے پھر بھی یہ رسم بند نہیں چھوڑتے، اللہ سمجھ دے۔

بہت سی مسجدوں اور گھروں میں ضرورت سے زیادہ چراغ جلائے جاتے ہیں، قمقمے روشن کئے جاتے ہیں، لائٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے بہت زیادہ روشنی کی جاتی ہے، گھروں سے باہر دروازوں پر کئی کئی چراغ روشن کئے جاتے ہیں اور بعض جگہ مکانوں کی منڈیروں پر اور دیواروں پر قطار کے ساتھ چراغ رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یہ سب اسراف اور فضول خرچی ہے جس کے بارے میں حکم قرآن ابھی اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ یہ چراغ ہندوستان کے مشرکوں اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے اور سخت حرام ہے۔ آگ سے کھیلنا اور آگ کا شوق رکھنا آتش پرستوں کے یہاں سے چلا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ شب برأت میں زیادہ روشنی کرنے کا سلسلہ برامکہ سے شروع ہوا ہے۔ یہ لوگ پہلے آتش پرست تھے جب اسلام کے نام لیوا بنے تو انہوں نے اس وقت بھی یہ رسم جاری رکھی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے وقت آگ سامنے رہے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے آتش پرستوں کی چیز اپنالی۔

عجیب بات ہے کہ آسمان سے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور نیچے رحمتوں کا مقابلہ آتش بازی اور فضول خرچی اور طرح طرح کے گناہوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے مانگے اور یہاں مانگنے کے بجائے فسق وفجور اور کھیل کود میں گزارتے ہیں۔

مساجد میں جمع ہونا:

رات کو جاگنے کیلئے اگر اتفاقاً دو چار آدمی مسجد میں جمع ہو گئے اور اپنی نماز وتلاوت میں مشغول رہے تو اس میں مضائقہ نہیں لیکن بعض شہروں میں اس کو بھی اس حد تک پہنچا دیا گیا ہے کہ اس کو روکنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً بلابُلا کر اہتمام سے لوگوں کو جمع کرتے ہیں، شبینہ کرتے ہیں جس میں نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں، جو ناجائز ہے۔ مرد وعورت اور بچے آتے ہیں اور شور وشغب ہوتا ہے، بے پردگی ہوتی ہے، حالانکہ عورتوں کو فرض نماز کیلئے بھی مسجد جانے سے روکا گیا ہے، پھر نفلیں پڑھنے کیلئے جانے کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے زیادہ عبادت کا کوئی شوقین نہیں ہو سکتا کبھی اس طرح جمع نہیں ہوتے تھے، غفلت اور جہالت کی وجہ سے بہت سی باتیں آداب مساجد کے خلاف سرزد ہوتی ہیں اور ملائکہ کی ایذا کا باعث ہو کر بجائے نفع کے نقصان وخسران کا سبب بن جاتی ہیں۔ ان سب بدعات ومحرمات میں مشغول ہونے سے بہتر ہے کہ آدمی پیر پھیلا کر سو جائے۔

رسم حلوہ:

اس کو ایسا لازم کرلیا گیا ہے کہ اس کے بغیر شب برأت ہی نہیں ہوتی۔فرائض وواجبات کے ترک پر اتنا افسوس نہیں ہوتا جتنا حلوہ نہ پکانے پر ہوتا ہے اور جو شخص نہیں پکاتا اس کو کنجوس وہابی بخیل وغیرہ کے القاب دیئے جاتے ہیں۔ایک غیر ضروری چیز کو فرض واجب کا درجہ دینا گناہ اور بدعت ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں: کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے جب دندان مبارک شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے حلوہ نوش فرمایا تھا، اس کی یادگار ہے اور کوئی کہتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس تاریخ میں شہید ہوئے تھے ان کیلئے ایصال ثواب ہے۔ اول تو سرے سے ہی یہ غلط ہے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ان دنوں میں شہید ہوئے تھے، یا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس تاریخ میں شہید ہوئے، کیونکہ دونوں حادثے ماہ شوال میں واقع ہوئے ہیں، پھر اگر بالفرض شعبان میں ہونے کا ثبوت خواہ مخواہ مان بھی لیا جائے تب بھی اس قسم کی یادگاریں بغیر کسی شروعی امور کے قائم کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔نیز یہ عجیب طرح کا ایصال ثواب ہے کہ خود ہی پکایا اور خود ہی کھا گئے یا دو چار اپنے احباب کو کھلا دیا۔فقراء اور مساکین جو خیرات کے اصلی مستحق ہیں وہ یہاں بھی دیکھتے رہ جاتے ہیں اور یہ بات بھی عجیب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو دندان مبارک شہید ہونے کے وجہ سے حلوہ کھایا مگر نالائق اُمتی بغیر کسی دُکھ درد کے حلوہ اُڑا رہے ہیں۔

صاحب مدخل فرماتے ہیں: پھر کچھ لوگ (بدعتی مزاج کے) آگئے جنہوں نے اصل صورت کو اُلٹ دیا، جیسا کہ شب برأت کے علاوہ دوسرے امور میں بھی انہوں نے ایسا کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جو بھی مبارک زمانہ ایسا ہے جس کی برکات حاصل کرنے کی اور اللہ جل شانہ کی رحمتیں لینے کی شریعت نے ترغیب دی ہے، شیطان نے اپنی تمام کوششیں اور مکاریاں اس میں خرچ کردیں کہ جو لوگ اس کی بات پر کان دھرتے ہیں ان کو بڑے بڑے ثواب سے اور عام خیر سے محروم کردیتا ہے۔اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں شیطانی طریقوں سے محفوظ فرمائے۔پھر شیطان نے اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ اپنی شیطنت کے باعث تو ان کو اپنی طرف لگالیا اور ان کو خیر عظیم سے محروم کردیا بلکہ ان کو عبادت اور خیر کی جگہ ایسے کاموں میں لگا دیا جو عبادت کی ضد ہیں اس کیلئے بدعتیں جاری کردیں اور خواہشات نفس میں مبتلا کردیا اور کھانے پینے کی چیزیں اور مٹھائیاں ایسی نکال دیں جو مورتیوں کی شکل میں ہوتی ہیں شرعاً جن کا بنانا اور گھر میں رکھنا حرام ہے۔

مسور کی دال:

بعض لوگ اس تاریخ میں مسور کی دال ضرور پکاتے ہیں ،اس کی ایجاد کی وجہ اب تک معلوم نہیں ہوئی۔اس میں بھی وہی خرابیاں موجود ہیں جو رسم حلوہ میں ذکر کی گئی ہیں مثلاً فرض کی طرح لازم کر لینا اور جو نہ پکائے اس کونکو بنانا۔

برتنوں کا بدلنا اور گھر کا لینا:

بعض لوگوں نے اس رات میں گھر لیپنے اور برتن بدلنے کی عادت ڈال رکھی ہے، یہ بھی محض لغو اور بے اصل ہے اور ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے جس کی حدیث وقرآن میں سخت ممانعت ہے۔

الحاصل شعبان کی پندرھویں شب مبارک شب ہے ،اس میں نمازیں پڑھنا اور ذکر وتلاوت میں لگنا چاہئے اور صبح کو روزہ رکھنا مزید ثواب کی بات ہے،اور حلوہ کی پابندی کرنا اور بتیاں زیادہ جلانا ،قبرستان میں میلے لگانا، چراغاں کرنا،آتش بازی پھلجڑی ، پٹاخے چھوڑنا یہ امور خلاف شرع ہیں اور بدعت ہیں،اللہ نے مبارک رات نصیب فرمائی اس کا تقاضا یہ تھا کہ ہم شکر گذار بندے بنتے اور عبادت وطاعت میں لگتے لیکن شیطان نے عبادات سے ہٹا کر بدعات میں لگا دیا۔

❍❖❍

قلم کاروں سے گذارش

- مضامین خوشخط ریا کمپیوز کیا ہوا،صاف اور سادے کاغذ پر ایک جانب ہوں۔
- مضامین تحقیقی ،باحوالہ ،معیاری ،مواد سے پُر ،فل اسکیپ کاغذ دوصفحہ سے زائد نہ ہوں۔
- مضامین کی اصل کاپی ہی ارسال فرمائیں۔فوٹو کاپی اپنے پاس رکھیں۔
- نیز بذریعہ ای میل بھی مضامین ارسال کر سکتے ہیں۔

E-Mail:-.nedaequasim@gmail.com

جاری کردہ: دفتر ماہنامہ ندائے قاسمؒ نفیس کالونی ،مہندرو، پٹنہ

حقوقِ نسواں، دورِ حاضر کے پرفریب نعرے اور اسلامی تعلیمات

مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی، ممبر پارلیمنٹ وصدر آل انڈیا ملی فاؤنڈیشن، دہلی

عورتوں کے حقوق اور ان کے احترام کے عہد کو دہرانے کیلئے ہر سال 8 / مارچ کو یوم خواتین کے طور پر منایا جاتا ہے، اس کا سلسلہ کم وبیش سو سال سے جاری ہے، پہلے یہ دن صرف روس اور چین وغیرہ میں منایا جاتا تھا مگر 1975ء میں اقوامِ متحدہ نے باقاعدہ اس دن کو عالمی سطح پر خواتین کے دن کے طور پر منائے جانے کی قرارداد پیش کی اور اس کے بعد سے اب تک یہ سلسلہ پوری دنیا میں جاری ہے۔ اس دن عام طور پر حقوقِ نسواں کے علم بردار افراد اور ادارے مختلف جلسے جلوس کے ذریعے یا تحریروں اور تقریروں کے ذریعے سے خواتین کے حقوق کو بیان کرتے ہیں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کو ختم کرنے کا عزم دہراتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا بھر کے سیکڑوں ممالک کا سیاسی ومعاشرتی ماحول مختلف ہے اور ہر جگہ کے مسائل ومشکلات الگ الگ ہیں، اسی مناسبت سے وہاں کی خواتین کے مسائل بھی مختلف ہوں گے، عام طور پر جنسی نابرابری کا زیادہ چرچا کیا جاتا ہے یعنی یہ کہ عورتوں کو اپنے گھروں میں یا کام کرنے کی جگہوں پر جنسی تفریق سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان کے ساتھ مردوں کے مقابلے میں امتیاز برتا جاتا ہے، تیسری دنیا کا معاشرہ تو خیر اس دور میں بھی اس حوالے سے پیچھے ہی سمجھا جاتا ہے، لیکن آپ کو حیرت ہوگی کہ وہ ممالک جہاں کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ وہاں کے ہر شہری کو مکمل حقوق اور آزادی حاصل ہیں وہاں کی صورتِ حال بھی اندوہناک ہی ہے، چنانچہ یومِ خواتین کے موقع پر جو دنیا بھر سے خواتین کے احتجاج کی خبریں اور تصویریں سامنے آتی ہیں ان میں ایک بڑی تعداد مغربی یورپی ممالک کی خواتین کی ہی ہوتی ہیں۔

اصل معاملہ کیا ہے؟ اصل معاملہ یہ ہے کہ خواتین کے لئے سال کے ایک مخصوص دن کا متعین کیا جانا بذاتِ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ عورتوں کو معاشرے میں وہ درجہ حاصل نہیں ہے جو مردوں کو حاصل ہے اور یہ بات اتنی باریک اور گہری نہیں ہے کہ اس کو سمجھانے کیلئے باقاعدہ دلائل کی ضرورت پڑے، بس آپ یہ سمجھئے کہ مردوں کیلئے تو کسی عالمی ادارے کی جانب سے کوئی مخصوص دن متعین نہیں کیا گیا ہے، جس میں اگر ان کے حقوق واختیارات کا نہیں تو کم از کم اسی بات پر زور دیا جائے کہ معاشرے میں ان کی ذمے داریاں کیا کیا

ہیں اور انہیں اپنے بیوی بچوں اور دوسرے افراد کے ساتھ زندگی میں کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے۔پس آٹھ مارچ کے دن کو خواتین کیلئے مخصوص کر لینا اور اس دن آزادی نسواں اور حقوق نسواں وغیرہ پر لکچر زدینا ،لکھنا اور بولنا محض ایک رسم تو ہوسکتی ہے لیکن اس کا کوئی معقول اور درست نتیجہ سامنے آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ عورتوں کی آزادی یا ان کے حقوق کی بات کرنے والے یا اس کیلئے تحریکیں چلانے والے لوگ چاہتے کیا ہیں ، یہ اب تک دنیا کے سامنے نہیں آسکا ، اس ضمن میں اگر آپ اس تحریک کے علمبرداروں کی تحریریں پڑھیں ،ان کی تقریریں سنیں اور ان کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے عورتوں کی آزادی اور حقوق کا سارا دائرہ جنسی آزادی میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے، سارے ایسے لوگوں کو حقوق نسواں کا علمبردار کہا جاتا ہے جنھوں نے اپنی تحریروں میں جنسی انارکی کو پیش کیا ہو۔اب کوئی بھی انصاف پسند انسان بتائے کہ کیا یہی عورتوں کی آزادی ہے اور کیا بس یہی عورت کا حق ہے کہ وہ جہاں تہاں اپنے وقار، عصمت اور عفت کی بے حرمتی سہتی پھرے۔دراصل یہ اشرف المخلوقات کی رسوائی اور شیطان صفت انسانوں کی گندی سوچ کا نمونہ ہے۔

جب بھی عورتوں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے تو لازماً اسلام کے معاشرتی نظام پر اشکال کیا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورتوں پر بہت ظلم کیا ہے۔اس کو حقوق سے محروم رکھا ہے اور اسے قیدی بنا کر رکھ دیا ہے، حالاں کہ دوسری طرف آزادیِ نسواں کے علمبرداروں کا حال یہ ہے کہ وہ عورتوں سے دفتروں میں، کارخانوں میں کام بھی کروا رہے ہیں اور دوسری طرف انہی سے بچے بھی پیدا کروا رہے ہیں ،بچوں کی پرورش بھی عورتوں کے ذریعے ہی کروا رہے ہیں ،آج کے دور میں جو بہت زیادہ ترقی یافتہ اور روشن خیال اور آزادیِ نسواں پر یقین رکھنے والے لوگ ہیں وہ اپنی عورتوں کو اگر بہت زیادہ با اختیار بنا دیتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کیلئے کوئی دوسری عورت رکھ لیتے ہیں اور پھر اس کے ساتھ طرح طرح کی زیادتی کی جاتی ہے،اب کوئی بتائے کہ وہ دوسری عورت کیا عورت نہیں ہے؟ جہاں تک اسلام کی بات ہے تو اس سلسلے بس اس حقیقت کو جان لینا ہی کافی ہے کہ عورتوں کے حقوق واختیارات کی بات کرنے والے لوگ ،ممالک اور ادارے تو ابھی سو ڈیڑھ سو سال پہلے سامنے آئے ہیں جبکہ اسلام نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے ہی عورتوں کو ہر قسم کے مظالم سے اور زیادتیوں سے آزادی دلائی تھی،سب سے پہلے اسلام نے یہ تصور عام کیا کہ بحیثیت انسان کے مرد و عورت دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور دونوں اشرف المخلوقات ہیں، ورنہ اس سے

پہلے کے مذاہب اور تہذیبیں تو عورت کو انسان بھی ماننے کے لئے تیار نہیں تھے چہ جائیکہ انھیں حقوق دیتے۔ جو حقوق عورتوں کو اسلام نے دئے ہیں اور جس فیاضی سے دئے ہیں وہ دنیا کی کوئی بھی تہذیب یا ادارہ آج تک نہ دے سکا۔ اسلام نے عورت کو ہر حیثیت سے ایک منفرد مقام دیا ہے اور باقاعدہ اس کا تعین کیا ہے۔ اگر بیوی ہے تو گھر کی ملکہ ہے، بیٹی ہے تو والدین کیلئے رحمت ونعمت ہے، بہن ہے تو اس کی پرورش کرنے والے بھائی کیلئے جنت کی بشارت ہے اور اگر ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے، عورت کے حوالے سے اسلام کا یہ مجموعی تصور ہے، کیا اتنا پاکیزہ اور جامع تصور کوئی بھی تہذیب پیش کرسکتی ہے؟ اس کے علاوہ اسلام نے عورتوں کے تعلیمی، معاشرتی ومعاشی حقوق واختیارات کو بھی واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ماں کی گود کو بچے کی پہلی تعلیم گاہ قرار دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ عورت کا تعلیم یافتہ ہونا اور مہذب ہونا کتنا ضروری ہے۔ انہیں حلال روزی کمانے اور اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا پورا اختیار ہے، کسی کو اجازت نہیں کہ اس کے مال میں تصرف کرے۔ شادی بیاہ کے معاملے میں اگر چہ ولی کو لڑکا تلاش کرنے اور پسند کرنے کا اختیار ہے لیکن لڑکی کی مرضی اور خواہش کے بغیر کہیں بھی اس کی شادی نہیں کی جاسکتی، اس کی رضامندی ضروری ہے۔ اسلام نے اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے عورت کی فطری حالت اور ساخت کو بھی مدنظر رکھا ہے اور اسی وجہ سے کچھ معاملوں میں مردوں کے احکام الگ ہیں جبکہ عورتوں کے الگ ہیں اور اس میں کسی اچنبھے کی بات بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ ہم سب دیکھتے اور جانتے ہیں کہ چاہے انسان کا معاملہ ہو یا حیوان کا یا کسی بھی چیز کا جتنی اس کی صلاحیت اور وسعت ہوتی ہے اسی کے مطابق اس پر ذمے داری عائد کی جاتی ہے یا اسی کے مطابق اس کو اختیارات دئے جاتے ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کی زندگی بھر کے تمام تر مرحلوں میں مکمل رہنمائی کرتا ہے اور عورتوں اور مردوں دونوں کیلئے حقوق اور اختیارات طے کرتا ہے، اگر دونوں اپنے اپنے دائرے میں رہ کر انہیں برتیں تو انسانی معاشرہ ہر طرح سے خوشحال اور مامون بن سکتا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کے دور میں خود مسلمانوں کا بھی ایک بڑا طبقہ دین اسلام کی تعلیمات و ہدایات سے دور ہو چکا ہے، جس کے نتیجے میں ہمارے معاشرے میں بے شمار خرابیاں جنم لے چکی ہیں اور بہت سے بدباطن لوگ مسلمانوں کی عملی خامیوں کو اسلام سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے معاشرے میں مردوزن کے حقوق واختیارات کے حوالے سے اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، اس کیلئے باقاعدہ تحریک چلائی جائے، ان شاء اللہ اس سے نہ صرف ہمارے معاشرے میں پائے جانے والے افراط وتفریط کا خاتمہ ہوگا بلکہ دوسرے لوگ بھی ہمارے طرزِ عمل سے متاثر ہو کر اسلامی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ❍❖❍

تاریخ کا تحفظ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

ہندوستان میں مسلمان اس وقت جن حالات سے گذر رہے ہیں، وہ بڑے صبر آزما اور تشویش ناک ہیں، آر، ایس، ایس نے اپنے اصل نظریہ پر کام کرنا شروع کر دیا ہے، فساد کی تو طویل تاریخ ہے؛ لیکن مقصد تو صرف اس قدر رہے کہ مسلمان دہشت زدہ ہو جائیں اور ان کے حوصلے ٹوٹ جائیں، یہاں تک کہ بالآخر وہ اکثریت کے سامنے سپر انداز ہو جائیں؛ لیکن اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندو تہذیب میں جذب کر لیا جائے، وہ اپنی شناخت سے محروم ہو جائیں، ان میں احساس کمتری پیدا ہو جائے، اس کیلئے وسیع الاطراف پروگرام بنایا گیا ہے، جواب آہستہ آہستہ بے غبار ہوتا جا رہا ہے، ایک طرف نصاب تعلیم میں تبدیلیاں عمل میں آرہی ہیں، دوسری طرف ملک اور ملک کی آزادی کی نئی تاریخ لکھی جا رہی ہے، تیسری طرف الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ ہندو تصورات اور تہذیبی طور طریقوں کو تقویت پہنچانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، یہ اتنے خطرناک اقدامات ہیں کہ جن کی سنگینی کا اندازہ مستقبل میں ہی ہو سکے گا، اگر ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو پھر اس کی تلافی شاید ممکن نہ ہوگی۔

تاریخ کو بدلنے کا کام اتنی تیز رفتاری کے ساتھ کیا جا رہا ہے کہ اب مغلوں کا ظالم ولٹیرا ہونا، اورنگ زیب کا مندر شکن ہونا اور ایسے مسلمان فرمانروا جن کی ہندو دوستی مسلَّم تھی، جیسے: اکبر، یا جن کی رواداری کی مثال دی جاتی تھی، جیسے: ٹیپو سلطان یا نظام حیدرآباد، ان کا بھی فرقہ پرست اور ہندو دشمن ہونا عام پڑھے لکھے لوگوں میں بھی ایک مسلَّم بات بنتی جا رہی ہے، دوسری طرف دلتوں اور بودھوں پر برہمنوں کی طرف سے جو مظالم ہوئے، اس سچائی کو مسخ کیا جا رہا ہے۔

یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور باشعور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے حل کی طرف متوجہ ہوں، کسی بھی قوم کیلئے اس کی تاریخ بڑی اہمیت رکھتی ہے، اسی لئے تاریخ کو قوموں کا حافظہ کہا جاتا ہے، تاریخ سے انسان ہمت و حوصلہ حاصل کرتا ہے، تاریخ مایہ عبرت اور اثاثہ موعظت ہے، ماضی کی تاریخ مستقبل کیلئے خضر طریق کا درجہ رکھتی ہے، جو قومیں تاریخ سے محروم ہوں، ان کی مثال بے نسب آدمی کی سی ہے، جو ہمیشہ احساس کمتری سے دوچار رہتا ہے اور مقابلہ و مقاومت کی صلاحیت سے محروم ہوتا ہے، غور کیجئے کہ قرآن مجید ہدایت و موعظت کی کتاب ہے اور یہی اس کا موضوع ہے؛ لیکن قرآن کا ایک قابل لحاظ حصہ قصص و واقعات پر مشتمل ہے،

اہل علم کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً ایک ہزار آیات واقعات وقصص سے متعلق ہیں، ۶۲ پیغمبروں اوران کی اقوام کا ذکر آیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علی علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقوام اور دعوت حق سے ان کے انکار کا تو بار بار ذکر آیا ہے اور چھ سورتیں تو ایسی ہیں جو خاص انبیاء کے نام پر ہیں، اس کے علاوہ متعدد سورتیں کسی قوم، کسی شخصیت یا کسی اہم واقعہ سے موسوم ہیں اور وجہ اس کی وہی ہے کہ تاریخ کسی بھی قوم کیلئے سامان حوصلہ بھی ہوتی ہے، سرمایہ عبرت بھی اور نقش راہ بھی، اسی لئے قرآن انبیاء اور اقوام کے قصص وواقعات کو نقل کرتے ہوئے عبرت وموعظت کے پہلو کی طرف بھی اشارہ کرتا جاتا ہے، کبھی کہتا ہے: ''فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ'' (النمل:۱۴) کبھی کہتا ہے: ''فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ'' (القصص:۴۰) یعنی دیکھو کہ مفسدین اور ظالمین کا کیا انجام ہوا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ یہ سامان موعظت ہے: ''هٰذَا ذِكْرٌ'' (:۴۹) کبھی فرعون کی سرتابی اور اس کا انجام نقل کرنے کے بعد ارشاد ہوا کہ اس میں اہل خشیت کیلئے عبرت ہے: ''إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشٰى'' (النازعات:۲۶) اسی طرح احادیث میں انبیاء اوران کی اقوام نیز عربوں کے ابتدائی حالات سے متعلق اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، اس سے تاریخ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے یہاں تاریخ اور تذکرہ کا موضوع ہمیشہ سے اصحاب تصنیف کا ایک مقبول اور پر کشش موضوع رہا ہے اور علم کی دنیا میں تاریخ کے موضوع پر جتنا بڑا سرمایہ مسلمانوں کے یہاں ملتا ہے، شاید ہی کوئی اور قوم اس میں اس کی ہمسر ہو، اسی لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک پوری اسلامی تاریخ روشنی میں ہے، اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ مستحکم اور استوار رکھنے میں اس کا بڑا دخل ہے، خود ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے جو پُر جوش کردار ادا کیا اس میں بھی مسلم تاریخ نے ایک اہم محرک کی حیثیت سے تقویت پہنچائی ہے، مسلمانوں کا یہ احساس کہ انھوں نے کبھی غلامی کا جوا اپنی گردن پر برداشت نہیں کیا ہے اور انھوں نے سر جھکانے کے بالمقابل آزمائش اور ابتلاء کے موقعوں پر سر کٹانے کو ترجیح دی ہے، ان کے جوش جنوں میں اضافہ کیا اور تمام تر بے سروسامانی کے باوجود ان کو ایک ایسی قوم کے مقابلہ استقامت و پامردی عطا کی کہ جس کی حکومت میں اس وقت کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔

اس لئے کسی قوم کو اس کی تاریخ سے محروم کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بچے کی خاندانی شناخت گم ہو جائے، ایسے بچے کو اپنے ساتھ جذب کر لینا اور کسی دوسرے خاندان کے ساتھ ضم کر دینا چنداں دشوار نہیں ہوتا، اسی

طرح جب کوئی قوم اپنی تاریخ سے محروم ہو جائے یا اپنی تاریخ کے بارے میں احساس کمتری کی شکار ہو جائے، تو اسے مرعوب کرنا اور فکری اور تہذیبی اعتبار سے اکثریتی اور طاقتور گروہ کے ساتھ جذب کر لینا کچھ زیادہ مشکل نہیں، جس کی واضح مثال اس ملک میں دلت ہیں، جو اپنی کثرت تعداد کے باوجود زبردستی ہندو تہذیب میں جذب کر لئے گئے ہیں اور برہمنوں کیلئے آلہ کار اور خدمت گار ہیں۔

تاریخ کو مسخ کرنے کا مقصد مسلمانوں کے ساتھ اسی تجربہ کو دوہرانا ہے، مسلمانوں نے کبھی کسی قوم کی تاریخ مسخ نہیں کی، جن لوگوں سے صدہا برس ان کی جنگیں ہوئیں، جن قوموں کے ساتھ ان کے معرکے ہوئے اور جن لوگوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی، ان کے ساتھ بھی مسلمان مورخین نے کبھی ناانصافی روا نہیں رکھی، اس لئے کہ قرآن مجید کی واضح ہدایت ہے، کہ کسی قوم کی برائی، اس کے ساتھ ناانصافی کا جواز فراہم نہیں کرتی: ''لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا'' (المائدۃ:۸) خود ہندوستان پر عرب مورخین اور سیاحوں نے قلم اُٹھائے ہیں، جو خامیاں تھیں ان کا بھی ذکر کیا ہے اور خود ہندو مورخین کو ان سماجی کمزوریوں کا اعتراف ہے اور جو خوبیاں تھیں ان کا اعتراف بھی پوری فراخ دلی کے ساتھ کیا ہے، ہندوستان کے علم و حکمت، طب و معالجہ کی صلاحیت اور بہادری وغیرہ کا تفصیل سے ذکر آیا ہے؛ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ ملک جس کو مسلمانوں نے وسعت و وحدت عطا کی، معاشی فراخی دی، امن وامان دیا، عدل و مساوات سے آشنا کیا، سماجی انصاف کی دولت دی، اس کے چپہ چپہ پر تاریخی عظمت کے نقوش سجائے اور اسی زمین کو اپنا مسکن اور مدفن بنایا، ان کی قربانیوں کو وہ لوگ مسخ کرنا چاہتے ہیں جن کے تلوؤں میں اس ملک کے بنانے، سنوارنے اور بچانے میں شاید ایک کانٹا بھی نہ چبھا ہو۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک طرف ہم اس صورت حال کا قانون اور آئین کے دائرہ میں رہتے ہوئے مقابلہ کریں اور دوسری طرف مسلمان مؤرخین انصاف پسند غیر مسلم مؤرخین کے اشتراک کے ساتھ ہندوستان کی آزادی اور اس کی تعمیر کی بابت مسلمانوں کی جدوجہد کی تاریخ مرتب کریں اور درست علمی مواد قوم و ملک کے سامنے پیش کریں، نیز اس ملک میں شُودروں کے ساتھ جو مظالم روا رکھے گئے، تاریخی اور مذہبی حوالوں سے ان کو پیش کریں؛ تا کہ لوگ حقائق سے واقف ہو سکیں، یہ ایک طرف اس ملک کے ساتھ بہی خواہی ہوگی، انصاف ہوگا، اس سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا ہوگی، لوگ حقائق سے واقف ہو سکیں گے اور دوسری طرف خود مسلمان نوجوان اور آنے والی نسل احساس کمتری سے محفوظ رہے گی اور اپنی تاریخ سے اس کا رشتہ مربوط اور استوار رہیگا، اگر اس وقت اس صورت حال پر توجہ نہیں دی گئی تو پھر آئندہ شاید ان مضرتوں کی تلافی ممکن نہ ہو۔ ❍ ❖ ❍

اسلام میں عمل صالح کی حقیقت

مولانا عبدالصمد قاسمی، استاذ مدرسہ انوارالعلوم اسلام پور، پورنیہ

محمد رسول اللہ ﷺ جس تعلیم کولیکر آئے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ انسان کی نجات دو چیزوں پر موقوف ہے، ایک ایمان اور دوسری عمل صالح، ایمان بنیادی اصولوں پر یقین رکھنے کا نام ہے اور عمل صالح ان اصولوں کے مطابق عمل کا کسی بات کا تنہا علم ویقین کامیابی کیلئے کافی نہیں جب تک اس علم ویقین کے مطابق عمل بھی نہ ہو۔

اسلام نے انسان کی نجات اور فلاح کو انہی دو چیزوں یعنی ایمان وعمل صالح پر مبنی قرار دیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ عوام میں ایمان کو جو اہمیت حاصل ہے وہ عمل صالح کو نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں لازم وملزوم کی حیثیت سے عملاً یکساں اہمیت رکھتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ ایمان بنیاد ہے اور عمل صالح اس پر قائم شدہ دیوار یا ستون، جس طرح کوئی عمارت بنیاد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی، اسی طرح وہ بنیاد یا ستون کے بغیر بھی کھڑی نہیں ہوسکتی۔

قرآن پاک نے انسان کی فلاح وکامیابی کے ذریعہ بیسیوں آیتوں میں بیان کیا ہے، مگر ہر جگہ بلا استثناء ایمان اور عمل صالح دونوں پر اس کو مبنی قرار دیا ہے، اور ہر جگہ ایمان کو پہلی اور عمل صالح کو دوسری مگر ضروری حیثیت دی ہے۔

> اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قسم ہے زمانہ کی بیشک انسان گھاٹے میں ہے لیکن وہ جو ایمان لائے اور عمل صالح یعنی اچھے کام کئے۔ (سورۂ عصر)

زمانہ کی پوری انسانی تاریخ اس حقیقت پر شاہد عدل ہے کہ انہیں افراد اور قوموں پر فوز وفلاح اور کامیابی دروازے کھلے ہیں جنہیں ربانی حقائق کا یقین تھا اور اس یقین کے مطابق ان کے عمل بھی نیک ہوتے رہے۔ ایک دوسری آیت میں فرمایا:

> بیشک ہم نے انسان کو بہترین حالت درستی میں پیدا کیا پھر اس کو سب سے نیچوں کے نیچے لوٹا دیا، لیکن جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کیلئے نا ختم ہونے والی مزدوری ہے۔ (سورۂ والتین)

اس آیت میں انسانی فطرت کی بہترین صلاحیت کو پھر خود انسانوں کے ہاتھوں سے اس کی بدترین

منزل تک پہنچ جانے کو بیان کیا گیا ہے،لیکن اس بدترین منزل کی پستی سے کون لوگ بچائے جاتے ہیں، وہ جن میں ایمان کی رفعت اور عمل صالح کی بلندی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہی جنت والے ہیں۔(سورۂ بقرہ:۹)

یعنی جنت کا حصول نسل اور قومیت پر موقوف نہیں بلکہ ایمان اور عمل صالح پر ہے،جو شخص جنت کی یہ قیمت ادا کریگا وہ اسی کی ملکیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جو کوئی اللہ پر اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے، نہ تو ان پر ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔(سورۂ مائدہ:۱)

یعنی فلاح ونجات کا حصول احکام الٰہی پر یقین لانے اور ان کے مطابق عمل کرنے پر ہے،عدم ایمان اور بدکاری کا نتیجہ دنیا اور آخرت کی تباہی اور ایمان اور نکوکاری کا نتیجہ دین ودنیا کی بہتری،اللہ کا وہ طبعی قانون ہے جس میں نہ کبھی بال برابر فرق ہوا اور نہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بیشک جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کی مہمانی کیلئے باغ فردوس ہیں۔(سورۂ کہف:۱۲)

پھر آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تو جس کو اپنے پروردگار سے ملنے کی امید ہو تو چاہئے کہ وہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کا شریک نہ بنائے۔(سورۂ کہف:۱۲)

ایمان کے ہوتے عمل سے محرومی تو محض فرض ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں عمل کی کمی ہے اسی کے بقدر ایمان میں بھی کمزوری ہے کسی چیز پر پورا پورا یقین آجانے کے بعد اس کے برخلاف عمل کرنا انسانی فطرت کے خلاف ہے۔آگ کو جلانے والی آگ یقین کر لینے کے بعد پھر کون اس میں اپنے ہاتھ کو ڈالنے کی جرأت کر سکتا ہے،لیکن نادان بچہ جو ابھی آگ کو جلانے والی آگ نہیں جانتا،وہ بارہا اس میں ہاتھ ڈالنے کو آمادہ ہو جاتا ہے،اس لئے عمل کا قصور ہمارے یقین کی کمزوری کا راز فاش کرتا ہے۔

یہی سبب ہے کہ تنہا ایمان یا تنہا عمل کو نہیں بلکہ ہر جگہ دونوں کو ملا کر نجات کا ذریعہ بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تو جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے وہ آم کے باغوں میں ہونگے۔(سورۂ حج:۷)

اسی طرح قرآن پاک میں تھوڑے تھوڑے تغیر سے ۴۵ رموقعوں پر یہ آیت ہے، جو ایمان لائے اورانہوں نے اچھا کام کئے۔

اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں ایمان اور عمل باہم ایسے لازم وملزوم ہیں جو ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے ،نجات اورفوز وفلاح کا مداران دونوں پر یکساں ہے، البتہ اس قدر فرق ہے کہ رتبہ میں پہلے کو دوسرے پرمقدم حاصل ہے۔جن مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے دنیاوی حکومت وسلطنت کا وعدہ فرمایا ہے وہ بھی وہی ہیں جن میں ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ہو۔

تم میں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے خدا نے وعدہ کیا کہ ان کو زمین کا مالک بنائیگا۔(نور:۷)

یعنی آخرت کی مغفرت اور روزی کا وعدہ بھی انہی سے تھا۔

ان تمام آیتوں سے یہ اصول ثابت ہوتا ہے کہ نجات کا مدار صرف ایمان پر نہیں بلکہ ایمان کے ساتھ عمل صالح پر ہے، اوریہی وہ سب سے بڑی صداقت ہے جس سے اسلام سے پیشتر مذاہب میں افراط اورتفریط نمایاں تھی،عیسائیوں میں جیسا کہ پال کے خطوط میں ہے صرف ایمان پر نجات کا مدار ہے اور بودھ دھرم میں صرف نیکوکاری سے نروان کا درجہ ملتا ہے،اورکہیں صرف گیان اور دھیان کو نجات کا راستہ بتایا گیا ہے،مگر پیغمبر اسلام ﷺ کے پیغام نے انسان کی نجات کا ذریعہ ذہنی (ایمان) اورجسمانی (عمل صالح) دونوں اعمال کو ملا کر قرار دیا ہے،یعنی پہلی چیز یہ ہے کہ ہمیں اصول کے صحیح ہونے کا یقین ہے اس کو ایمان ہے، اس کو ایمان کہتے ہیں، پھر یہ کہ ان اصولوں کے مطابق ہمارا ایمان درست اورصحیح ہو، یہ عمل صالح اور ہرقسم کی کامیابیوں کا مدار انہیں دو باتوں پر۔کوئی مریض صرف کسی اصول طبی کو صحیح ماننے سے بیماریوں سے نجات نہیں پاسکتا، جب تک وہ ان اصولوں کے مطابق عمل بھی نہ کرے۔اسی طرح صرف اصول ایمان کو تسلیم کرلینا انسانی فوز وفلاح کیلئے کافی نہیں، جب تک ان اصولوں کے مطابق پورا پورا عمل نہ کیا جائے۔

❍❖❍

قرآن: ادب وبلاغت کی میزان!

ڈاکٹرابراراحمداجراوی

قرآن مجید خدا کا کلام ہے، اس کا تعلق ذات الٰہی سے صفت کے طور پر قائم ہے، اور یہ بات بدیہیات کی قبیل سے ہے کہ صفت میں وہی چیز منعکس ہوتی ہے جو ذات میں موجود ہوتی ہے۔ گویا قرآن کریم خدا کی ذات کا آئینہ واظہار ہے۔ ذات باری تعالی جس طرح اعلیٰ وارفع اور کون ومکاں سے اعلیٰ وبالا ہے، اسی طرح اس کا کلام بھی ساری دنیا کے منثور ومنظوم کلام پر ہر زاویہ سے فائق وبرتر ہے۔ وہ صرف اپنے الفاظ وتراکیب، تشبیہات وتلمیحات اور علامات واستعارے کے نظام سے ہی نہیں، بلکہ معانی ومفاہیم اور اسرار ورموز اور حکم ومصالح کے اعتبار سے بھی سارے دنیاوی ادبی معیارات پر غالب ہے۔ چوں کہ صفت کا نقص ذات کے نقص کو مستلزم ہوتا ہے، اس لیے قرآن کریم میں کسی نحوی صرفی، ادبی، فنی، لفظی یا معنوی نقص کا شائبہ بھی نعوذ باللہ ذات خداوندی میں نقص پر منتج ومنتہی ہوگا، اس لیے لامحالہ کلام خداوندی کو بھی تمام نقائص ومعائب سے مبرا اور معری یقین کرنا پڑے گا اور وہ تمام کلام میں اسی طرح سارے امتیازات وخصائص کا حامل ہوگا جس طرح ذات خداوندی تمام جمال وکمال کا منبع ہے۔ جس طرح ذات خداوندی کے کمالات وامتیازات اور اس کے حدود واختیارات میں کوئی شریک وسہیم نہیں، اسی طرح کلام خداوندی قرآن کریم کے کمال وامتیاز کا کوئی ثانی نہیں۔

مگر کیا قرآن کریم صرف عربی زبان کے چند فصیح وبلیغ الفاظ کے مجموعہ کا نام ہے؟ کیا قرآن مروجہ ادبی معیار ومنہاج کی میزان پر بھی کھرا اترتا ہے؟ قرآن کا اسلوب نگارش کیا ہے؟ اس مضمون میں انہی سوالوں کا جواب تلاش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ قرآن عربی زبان کے چند پرشکوہ الفاظ کا نام نہیں، وہ معانی ومطالب کا گنجینہ بھی ہے، سارے علوم وفنون کے سوتے یہیں سے پھوٹے ہیں، قرآن کریم کا اسلوب وانداز بھی نرالا ہے اور اس کے الفاظ وحروف بھی منفرد ہیں۔ حرا سے جو نسخۂ کیمیا نبی کریم ﷺ لے کر امت محمدیہ کی طرف آئے تھے اس میں عالم انسانیت کیلئے صرف رشد وہدایت کی ہی تعلیمات نہیں، بلکہ وہ ادب وبلاغت اور زبان وبیان کا بھی اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ فصاحت وبلاغت کا ایسا نمونہ جس کی نہ ہمسری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کی مشابہت ومجانست کا دعوی ہی کیا جاسکتا ہے۔ عرب جنھیں اپنی زبان دانی پر فخر تھا اور جو اپنی طلاقت لسانی اور فصاحت بیانی کے سبب دوسروں کو عجمی اور گونگا کے بدنما اور تضحیک آمیز نام سے یاد کرتے تھے، انھوں نے بھی اپنے ذہنی

تجربات اور عینی مشاہدات کی بنیاد پر بے چون و چرا یہ تسلیم کرلیا کہ یہ کلام کسی انسان کا تراشیدہ نہیں، یہ اس ذات کا کلام اور اس کے جمال و کمال کا اظہار ہے جو خالق کائنات اور پوری دنیا کا پالنہار ہے۔

قرآن کریم میں مختلف علوم وفنون کی بو باس ملتی ہے، سماجیات، عمرانیات، اقوام وملل کے قصے، علم و حکمت کا خزینہ ہونے کے ساتھ، یہ ادب و بلاغت کے بھی بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ فصاحت و بلاغت کی تعریف، علم معانی، علم بیان اور علم بدیع، اس کے انواع و اقسام اور اس کے اصول وضوابط تو بعد کے ادوار میں ضرورت کے تحت مدون کیے گئے، صرفی اور نحوی قواعد کی بنیاد بعد میں رکھی گئی، جملوں کی ساخت، مبتدا اور خبر کی ترتیب و تنظیم اور فعل وفاعل کی تقدیم وتاخیر کے اصول بھی بعد میں بنائے گئے، مگر قرآن کریم کا یہ اعجاز دیکھئے کہ آج تک کوئی اصول ساز، کوئی ماہر علم وادب قرآن کریم کی زبان و بیان اور اس کے ادبی اسرار ورموز کو چیلنج یا چیلنج نہیں کرسکا۔ علم معانی، علم بدیع اور صنائع و بدائع کے نازک اور باریک ترین پہلو پر کوئی کلام اپنے گوشے گوشے کے ساتھ صدفی صد فٹ بیٹھتا ہے تو وہ یہی کلام خداوندی قرآن کریم ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس کے الفاظ بھی معجزہ، اس کے معانی بھی معجزہ، اس کا اسلوب بھی معجزہ، آیتوں کا باہمی ارتباط بھی معجزہ، الفاظ قلیل اور معنی کثیر، نہ کسی لفظ میں ثقل اور نہ کہیں تنافر کا گزر، کوئی جملہ یا فقرہ نامانوس اور خلاف قیاس نہیں۔ حشو وزوائد سے یکسر پاک، نہ کسی لفظ کی جگہ تبدیل کی جاسکتی ہے، نہ اسے آگے پیچھے کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی کا مترادف استعمال کیا جاسکتا ہے، ہر لفظ نگینہ کی طرح جڑا ہوا، یہ شعر بھی نہیں، مگر شعریت سے خالی بھی نہیں، ایسی متوازن صوتی ہم آہنگی اور ایسی موسیقیت کہ کفار مکہ بول پڑے کہ 'یہ تو شاعر کا کلام ہے'۔ یہ نثر ہے، مگر سادہ اور خشک نثر نہیں، اس کی عبارت ہی نہیں، اس کی اشارت بھی ادبی جمالیات سے معمور ہے۔

قرآن کریم کا معجزہ کیا ہے؟ صرف الفاظ یا صرف معانی؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں اعتبار سے معجزہ ہے۔ نہ کوئی اس کے الفاظ کی نقل تراش سکتا ہے، نہ کوئی اس کے معانی کا بدل پیش کرسکتا ہے۔ جو اس کے معانی و مطالب کے فہم پر قادر ہیں، وہ مشکل سے اپنے آنسو پر قابو رکھ پاتے ہیں، سنتے ہی بے اختیار آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ صرف الفاظ بھی کوئی سنے تو اس کے سحر میں کھو جاتا ہے۔ ایسی ڈھلی ہوئی، صاف شفاف زبان کے سماعت سے ٹکراتے ہی جذب وانجذاب کے عالم میں وجد کرنے لگتا ہے۔ اس کی صوتی ہم آہنگی اور الفاظ کی نغمگی سے محظوظ ہوتا ہے۔ عجمیوں میں سے کتنے قرآن کریم کا فہم رکھتے ہیں مگر اس کے الفاظ کی سحر کاری ہی ہے کہ وہ بھی قرآن کریم کی تلاوت سن کر وجد کرنے لگتے ہیں۔ ان کا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ کلام ملہم من اللہ ہے، وحی

ربانی ہے، کلام خداوندی ہے، جو تمام انسانی آلائش اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک ہے۔ اس کا اصل معجزہ یہی حسن بیان اور اس کی فصاحت و بلاغت ہے، جس کی نظیر و مثیل پیش کرنے سے انسانی اذہان عاجز ہیں۔ زمانۂ قدیم کے یار ادیبوں نے بہت زور مارا، روز ایک تازہ قصیدہ نئ تشبیب کے ساتھ تخلیق کرنے والے بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے اس کا بدل پیش کرنے کی کوشش کی، مگر نہ تو کوئی اس جیسی کوئی سورت پیش کر سکا اور نہ اس جیسی کوئی آیت تخلیق کر سکا۔ مولانا الطاف حسین حالی نے بھی ابن خلدون کے حوالے سے انشا پردازی کا مدار الفاظ پر رکھا ہے، گو انھوں نے مزید بحث کرتے ہوئے الفاظ اور معانی دونوں کی اہمیت کے درمیان توازن و توافق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ دونوں کے حسین ملاپ سے ہی بہتر انشا پردازی کا نمونہ سامنے آتا ہے، مگر الفاظ کو بہر حال انشا پردازی کے معاملے میں تفوق حاصل ہے۔ الفاظ مقدم اور معانی مؤخر۔ ابن خلدون کے حوالے سے مولانا حالی لکھتے ہیں:

''انشا پردازی کا ہنر نظم میں ہو یا نثر میں، محض الفاظ میں ہے، معانی میں ہرگز نہیں۔ معانی صرف الفاظ کے تابع ہیں اور اصل الفاظ ہیں۔ معانی ہر شخص کے ذہن میں موجود ہیں، پس ان کیلئے کسی ہنر کے اکتساب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہے تو صرف اس بات کی ہے کہ ان معانی کو کس طرح الفاظ میں ادا کیا جائے۔''

وہ کہتے ہیں کہ: ''الفاظ کو ایسا سمجھو جیسے پیالہ، اور معانی کو ایسا سمجھو جیسے پانی۔ پانی کو چاہے سونے کے پیالے میں بھرلو، اور چاہے چاندی کے پیالے میں، پانی کی ذات میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مگر سونے اور چاندی وغیرہ کے پیالے میں اس کی قدر بڑھ جاتی ہے اور مٹی کے پیالے میں کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح معانی کی قدر ایک فصیح اور ماہر کے بیان میں زیادہ ہو جاتی ہے اور غیر فصیح کے بیان میں گھٹ جاتی ہے۔'' (مقدمہ شعر و شاعری: ۶۲)

علامہ خطابی بھی قرآن کریم کا معجزہ اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے حسن بیان کو ہی مانتے ہیں۔ وہ بھی یہی کچھ فرما گئے ہیں: ''ذهب الاكثرون الى ان وجه الاعجاز فيه من جهة البلاغة'' (اہل علم کی اکثریت کا یہ موقف ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز، اس کی فصاحت و بلاغت میں مضمر ہے)

بہت سے کج فہم قرآنی آیات اور اس کے جملوں اور اس کی تراکیب کو عربی قواعد سے متصادم بتاتے نہیں تھکتے، مگر غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ جن قواعد و اصول کی میزان پر قرآن کریم کو تولا جا رہا ہے، وہ بہت بعد میں تتبع اور استقرا کی بنیاد پر تیار کیے گئے ہیں اور ان کی تیاری میں بھی انسانی ذہن نے یا کسی نحو و صرف کے ماہر نے اپنے دم پر یہ سفر طے نہیں کیا، بلکہ قرآن کریم کے متن نے ہی اس کی رہ نمائی کی ہے۔ اور یہ کوئی دلیل بھی

نہیں ہوسکتی کہ اگر کلام خداوندی ان انسانی اصول وقواعد کے معیار پر نہ اترے تو وہ فصیح و بلیغ نہیں ہوسکتا۔ ذات خداوندی کی طرح یہ کلام بھی انسانی قواعد واصول سے بالاتر ہے۔ دراصل وہ اس بہانے کی آڑ میں قرآن کریم کے معجزہ کی تکذیب وتغلیط کرنا چاہتے ہیں، مگر ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔ قرآن کی فصاحت وبلاغت اور اس کی ادبی شان، اس کے حروف، اس کی تراکیب، اس کی لفظیات سے عیاں ہے۔ قرآن کریم تو عربی زبان کی جان اور پورے ادبی سرمایے کی روح ہے۔ اسی کی روح اور اسی کی آمیزش سے دوسرے انسانی کلام میں اثر وتاثر پیدا کیا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ اور تراکیب کو استعمال کر کے ادبا اور شعرا اپنے کلام میں ندرت وطرفگی کا جادو جگاتے ہیں۔ طول طویل جملوں کی تعبیر کیلئے قرآن کریم کی ایک آیت کافی ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے اعجاز اور اس کی فصاحت وبلاغت کی انتہا کا سرا بہت کم لوگوں کے ہاتھ آیا۔ عربوں میں تو کئی نام ہیں جنھوں نے قرآن کریم کے الفاظ واسرار کے سینے کو چاک کیا، مگر عجمیوں میں یہ خدمت بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہے۔ قرآن کریم کے معجزہ کو جن لوگوں نے سمجھا ان کے بارے میں یہ مقولہ بہت مشہور ہوا کہ ''**لم يدر اعجاز القرآن الاالاعرجان احدهما من ززحشر و ثانيهما من جرجان** ''یعنی قرآن کریم کے اعجاز کو جن لوگوں نے سمجھا اس میں شیخ عبدالقاہر جرجانی اور علامہ زمخشری کے سوا اور کوئی نام مذکور نہیں، مگر ہمیں اس حقیقت کے اظہار میں فخر کا احساس ہے کہ عجمیوں میں فخر المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری کو بھی اعجاز قرآنی پر عبور حاصل تھا اور اسی لیے وہ اس میں اضافہ کرتے ہوئے مبتسم انداز میں طلبہ کے ہجوم میں فرمایا کرتے تھے ''**وانا ثالثهما**''۔ علامہ کشمیری کے جن تفردات وتحقیقات کو عالم علم وفن میں شہرت و ناموری حاصل ہے، اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ ہر دم قرآن کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ زن رہتے تھے اور اس میں سے لعل وجواہر نکال کر دنیائے علم وفن پر لٹاتے تھے۔ اور اپنے مستفیدین پر ان معانی ومعلومات کی بارش کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ کشمیری بھی اعجاز قرآنی کے حوالے سے یہی کچھ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز کا پہلو اس کے الفاظ ومفردات میں مضمر ہے:

''قرآن مجید کا اعجاز مفردات اور ترکیب وترتیب کلمات اور مقاصد وحقائق کی جملہ وجوہ سے ہے۔ مفردات میں قرآن مجید وہ کلمہ اختیار فرماتا ہے جس سے اوفی بالحقیقۃ واوفی بالمقام الثقلین نہیں لا سکتے۔ مثلاً جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر توفی کا اطلاق درست نہ تھا کیونکہ ان کے اعتقاد میں نہ بقاء جسد تھی نہ بقاء روح۔ توفی وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدہ میں موت توفی نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید نے موت پر توفی کا اطلاق کیا

اور بتلایا کہ موت سے وصول یابی ہوتی ہے نہ کہ فناءِ محض۔اس حقیقت کو کلمہ سے کشف کر دیا اور کہیں اس لفظ کا اطلاق اپنے معنی سے جسد مع الروح کے وصول کرنے پر کیا۔'' (نقش دوام، انظر شاہ کشمیری، ۳۵۴، بیت الحکمت دیو بند: ۱۹۹۶ء)

قرآن کریم کی معجز نمائی ہی تھی کہ عرب کے ادبا، شعرا اور زبان کے ماہرین نے جب اس کو سنا تو وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں، یہ تو کسی مافوق البشر طاقت کا فرمودہ ہے۔یہی وجہ تھی کہ زمانۂ قدیم کے عربی زبان کے ماہرین اور اس وقت کے مایہ ناز شعرا و ادبا نے جب اس کلام کی تاثیر وقوت دیکھی تو اپنے قصائد سے توبہ کرلیا۔عربی شاعری کا اعلی ترین معیار 'سبعہ معلقہ' کا اعتبار نیست و نابود ہو گیا۔ کعبہ کی دیوار پر معلق اپنے جن اشعار پر ان کو ناز تھا، ان کو نذر آتش کر دیا۔ بلکہ قرآن کے اس ادبی نمونے کے سامنے اتنے عاجز و بے بس ہو گئے کہ اپنے پورے شعری اور ادبی سرمایہ کو ہی درگور کر دیا۔اور جب سچائی کی آنکھ سے قرآن کریم میں غور کیا اور انھیں قرآن کریم کے ادبی حقائق کا علم ہوا تو وہ بھی بیک زبان پکار اٹھے: ''خدا کی قسم! یہ محمد ﷺ کا کلام نہیں ہے۔'' ادیبوں، عالموں اور شاعروں نے یہ نعرہ بلند کیا کہ اس کلام کا معارضہ پیش کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔قرآن کے چیلنج کے سامنے ہر ایک نے ہتھیار ڈال دیے۔عہد عباسی کے مشہور ادیب و مترجم عبداللہ ابن مقفع نے سنا تو بول پڑا کہ اس کلام کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت اور پتھر دل شخص پر رقت طاری ہو گئی۔حالاں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے اعلم الناس بالشعر کہلاتے تھے۔ یہ قرآن کریم کا ادبی اعجاز ہی تھا کہ دشمن بھی چھپ کر قرآن کریم سنتے تھے اور دوسروں کو اس کی سماعت سے روکنا چاہتے تھے کہ کہیں یہ قرآن کے سحر میں کھو نہ جائے اور اپنے آبائی دین سے منحرف ہو کر قرآن کی حقانیت پر ایمان نہ لے آئے۔نہ کسی نے ایسی زبان میں گفتگو کی اور نہ کسی نے ایسی فصیح و بلیغ عبارت لکھی۔اس سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم فصاحت و بلاغت کی اس انتہا پر پہنچا ہوا ہے کہ اس کے الفاظ و انداز اور اس کے اسلوب کا ثانی تیار کرنا یکساں طور پر ہر انسان کے لیے معجز رہا ہے۔قرآن کریم کا اسلوب اور اس کا انداز نگارش بھی معجز نما ہے۔اس کی ہمسری کوئی نہیں کر سکتا۔علامہ کشمیری ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:

''قرآن کریم اپنے اسلوب میں عام تصنیفی و تالیفی قواعد کا پابند نہیں ہے۔وہ کسی موضوع سے متعلق اس کی تمام جزئیات کو بھی سمیٹنے کا اہتمام نہیں کرتا یا موجودہ مؤلفین کی طرح دفعات وار بیان کرنے کا اہتمام بھی قرآن میں نہیں۔بلکہ قرآن کا اسلوب عربی اسالیب کے مطابق ہے جس میں مفردات کا مفردات پر جملوں کا جملوں پر عطف کر دیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے جو آیات ایک سیاق میں چلی جاتی ہیں ان کے بارے ''میں''

اختلاف ہوجاتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوتا ہے کہ آیت ثانی کا موضوع بعینہٖ آیت اولی کا موضوع ہے یا اور کچھ؟ بلاشبہ یہ بہت اہم امر ہے جس پر طالبین قرآن کی خاص توجہ رہنی چاہئے۔'' (نقش دوام: ۳۵۷)

قرآنی تعبیرات بھی منفرد اور لاجواب ہوتی ہیں۔ انسانی اذہان اس قسم کی تعبیرات پیش کرنے سے عاجز ہے۔ علامہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

''قرآن کسی مقصد کی تعبیر میں اگر وہ واضح ہوگیا پھر الفاظ کی بھرت پیش نظر نہیں رکھتا یہی وجہ ہے کہ بعض مواقع پر آپ محسوس کریں گے کہ یہاں اس لفظ کی کمی ہے۔ حالانکہ قرآن جس مقصد کی توضیح چاہتا تھا وہ حاصل ہوچکی تو زائد الفاظ بالکل زائد ہوتے۔'' (نقش دوام: ۳۵۸)

قرآن میں لفظوں کا انتخاب بھی ایک معجزہ ہے۔ ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لانا مشکل ہے۔ اگر ایسا کیا گیا تو قرآن کا مقصد فوت ہوجائے گا اور اس کی فصاحت و بلاغت پر حرف آئے گا۔ علامہ کشمیری کہتے ہیں:

''جسے قرآن کا صحیح ذوق نصیب ہوگا اور عربی اسلوب پر اسے بصیرت حاصل ہوگی وہ دیکھے گا کہ قرآن اس انداز پر رواں دواں نہیں جو عامیانہ ہے بلکہ قرآن کریم الفاظ کے انتخاب میں خود اپنا ایک معیار رکھتا ہے اور اس کا معیار نہایت صاف ستھرا، شگفتہ اور اس قدر جامع ہے کہ آپ قرآن کے کسی ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لانے سے عاجز ہیں جو قرآن کے منتخب لفظ کی واقعی قائم مقامی کرسکتا ہو اور یہ اس لئے کہ مخلوق اشیاء کی حقائق پر صحیح اطلاع نہیں رکھتی اور وہ یہ بھی فیصلہ نہیں کرسکتا کہ یہاں کونسا لفظ حقیقت کی صحیح ترجمانی اور مقام کے واقعی مناسب وزیبا ہے۔'' (نقش دوام: ۳۵۸)

قرآن کریم چوں کہ کلام خداوندی ہے۔ اس لیے اس کے عجائبات اور نوادرات کا سرچشمہ کبھی خشک یا ختم نہیں ہوگا۔ جمیع العلوم فی القرآن...... کا شعر ہر دن نئے نئے نکات و جہات سے ہمیں آگاہ کرتا رہتا ہے۔ لگ بھگ ساڑھے چودہ سو سال سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین اس کے اسرار و رموز کے سمندر میں غوطہ زن ہیں اور اس میں سے ہیرے اور موتی نکال رہے ہیں اور اس کو انسانی آبادی پر تقسیم کر رہے ہیں، کوئی ایسا دن اور شام نہیں ہوتی ہوگی جب کوئی عربی زبان کا ماہر اس میں نئی تحقیق کا سراغ نہ لگاتا ہو۔ قرآن کریم کے نزول سے لے کر اب تک اس کی تشریح و تفسیر ہورہی ہے، کوئی اس کے سائنسی پہلو پر کام کر رہا ہے، تو کوئی اس کے طبی پہلو کو اپنی تحقیق کا مرکز بنا رہا ہے۔ کوئی اس کے ادبی اعجاز کو ریسرچ کا موضوع بنا رہا ہے تو کوئی اس کے معنیاتی پہلو کی گرہ کشائی کر رہا ہے۔ قرآنی تفسیر اور اس کے متعلقات پر اب تک جتنے ماہرین اور محققین نے اپنی طبعی جولانی کا مظاہرہ کیا ہے، اس کے سامنے دوسرے علوم وفنون کی کتابیں ہیچ ہیں۔

قرآن کی ادبی اور فنی تعبیر عربوں کے مطالعہ وتحقیق کا ہمیشہ محور رہا ہے۔

جہاں عربوں نے قرآن کے متعلقہ علوم وفنون پر تحقیق کرنے کے ساتھ اس کے ادبی اسرار و رموز کو اجاگر کیا ہے وہیں عجمیوں نے بھی حتی المقدور قرآن کریم کے ادبی اعجاز کو اپنے مطالعہ کا مرکز بنایا ہے۔ انہوں نے قرآن کے الفاظ سے نئے نئے ادبی نکتے دریافت کیے ہیں۔ ایک ہی قسم کے مختلف الفاظ کے درمیان تفاوت کی گہرائیوں میں اتر کر اس سے نئے نئے معانی دریافت کیے ہیں۔ تفسیروں میں بھی قرآن کی بلاغت وفصاحت اور الفاظ وحروف کے تفاوت وتباین پر ذیلی گفتگو کی گئی ہے، مگر قرآنی اعجاز کے اس موضوع پر عربوں نے باقاعدہ کتابیں بھی لکھی ہیں۔ عربوں نے قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت، اس کی جمالیاتی کیفیت، اس کے اسلوب وفنی خصائص اور اس کے لفظی اور معنوی نکات وجہات کو سمیٹا ہے۔ اس سلسلے میں سید محمد قطب کی التصویر الفنی بہت ہی اہم کتاب ہے۔ لیکن اردو کا دامن ابھی اس قسم کی کتابوں سے خالی ہے۔ علامہ کشمیریؒ کا نام اس باب میں لیا جاسکتا ہے مگر انھوں نے ادبی جہت پر زیادہ توجہ نہیں دی ہے۔ ان کے سامنے مطالعے اور تحقیق کے دوسرے اغراض واہداف تھے۔ سرسری طور پر لوگوں نے مضامین لکھے ہیں اور اردو کی تفسیروں میں قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت اور اس کی زبان وبیان پر بحث وتمحیص کی گئی ہے، مگر وہ باضابطہ، مربوط یک موضوعی اور مفصل نہیں ہے۔ اس لیے یہ ضرورت آج بھی برقرار ہے کہ ایسی کتاب لکھی جائے جس سے قرآن کی فصاحت وبلاغت اور اس میں مستعمل ایک ہی قسم کے الفاظ کے تکرار کی معنویت کا پتہ چلے۔ ہر میدان میں ہمارے محققین اپنی دماغی صلاحیت کو صرف کر رہے ہیں، ہمارے جدید اذہان کو بھی اس طرف توجہ کرنے اور کلام خداوندی سے شغف اور تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اردو کا دامن اس قسم کی کتابوں سے مالا مال ہوسکے۔ قرآن جس طرح عربوں کی توجہ والتفات کا محور رہا ہے، بدقسمتی سے ہم عجمیوں نے اب تک وہ توجہ قرآن پر مبذول نہیں کی ہے۔ ہم اس کی زبانی تلاوت تو کرتے ہیں، مگر اس کے افہام وتفہیم پر مطلوبہ توجہ نہیں دیتے۔ ہم قرآن خوانی کی اہمیت اور اس کی فضیلت سے تو آشنا ہیں مگر ہم قرآن فہمی کے فوائد وثمرات سے آگاہ نہیں ہیں۔ علامہ اقبالؒ کے شعر کی روشنی میں بس یہی استدعا کی جاسکتی ہے کہ

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

❍❖❍

چین کی انتہاء پسندی

شمس تبریز قاسمی، چیف ایڈیٹر ملت ٹائمز

چین دنیا کا واحد ملک ہے جہاں مسلمان مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں، رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتے ہیں، مسلم بچوں کا مذہبی تعلیم حاصل کرنا قانونی طور پر جرم سمجھا تا جاہے، انہیں دوسرے ملک میں سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے، ٹی وی چینلوں اور ریڈیوں پر سرکاری پالیسی کو دیکھنے اور سننے سے انکار کرنا بھی جیل کی سلاخوں میں جانے کا سبب بن جاتا ہے اور اب عوامی مقامات پر خواتین کیلئے حجاب کا استعمال اور مردوں کا لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی جرائم کے دائرے میں آ گیا ہے۔ ایک مذہب کے خلاف یہ شدید پابندیاں اس ملک میں عائد ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں سب سے زیاد مذہبی آزادی پائی جاتی ہے، کسی طرح کی مذہبی انتہاء پسندی نہیں ہوتی ہے، ہر شہری کو اپنے انداز میں زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوتا ہے، حکومت اور عوام کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہوتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے، کیا پہن رہا ہے اور کس طرح کی زندگی گزار رہا ہے۔

چین سب سے کثیر آبادی والا دنیا کا قدیم ترین ملک ہے، ڈھائی ہزار سال قبل انسانی آبادی کے آثار وہاں پائے جاتے ہیں، ایک ارب 37 کڑور کی کل آبادی ہے، 9596961 کیلومیٹر کے رقبہ پر مشمل ہے، آئینی طور پر یہ ایک ملحد اور لا مذہب ملک ہے یعنی سرکاری سطح پر اس ملک کا کوئی مذہب نہیں ہے، گلوپ انٹرنیشنل نے لکھا ہے کہ وہاں 61 فیصد سے زائد لوگ ملحد اور لا مذہب ہیں، جبکہ 2012ء میں کئے گئے ایک ریسرچ کے مطابق چین میں 90 فیصد لوگ کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتے ہیں، وہ ملحد اور لا دین ہیں، بقیہ دس فیصد میں چھ فیصد بڈھسٹ، دو فیصد عیسائی اور اتنا ہی مسلمان ہیں، اس کے علاوہ کچھ لوگ علاقائی چینی مذہب پر یقین رکھتے ہیں۔

چین میں دیگر مذاہب کے درمیان اسلام بھی روز اول سے موجود ہے، سرکاری سطح پر جن 55 قوموں کو اقلیت کا درجہ حاصل ہے ان میں مسلمان بھی شامل ہیں، ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہی حضرات صحابہ کرام وہاں اسلام لیکر پہونچ گئے تھے، سب سے پہلے 616 عیسوی میں حضرت سعد بن ابی وقاص، سید وہاب بن ابوقبصہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دعوت اسلام کے پیش نظر اس سرزمین پر قدم رکھا تھا، اموی دور حکومت میں مشہور جرنیل قتیبہ بن مسلم بھی ترکستان ہوتے ہوئے چین کی سرحد کے قریب پہونچ گئے اور

ترکستان میں اسلامی فتوحات کا علم لہرانے کے بعد ان کی اگلی منزل چین تھی، اس مشرقی ملک کو فتح کرنے کے جذبے سے مکمل طور پر وہ سرشار تھے لیکن اسی دوران خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے فاتح اندلس طارق بن زیادہ اور فاتح سندھ محمد بن قاسم کے ساتھ فاتح ترکستان قتیبہ بن مسلم کو بھی دمشق طلب کرلیا اور یوں مشرق میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ یہیں پر رک گیا، پھر کسی اور جرنیل کو یہ مہم آگے بڑھانے کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی، نہ ہی کوئی دوسری اسلامی فوج نے ادھر کا رخ کیا۔

ترکستان کا یہ مشرقی صوبہ جسے سنکیانگ کہا جاتا ہے ان دنوں چین کے قبضے میں ہے اور جس زمین پر حضرت قتیبہ بن مسلم نے اسلامی فتح ونصرت کا علم لہرایا تھا چین نے اسے غصب کرکے وہاں مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا ہے، انہیں وہاں سے نیست ونابود کرنے کیلئے مسلسل جارحانہ اقدامات کئے جارہے ہیں، انسانی حقوق کی پامالی کی جارہی ہے اور مسلمانوں کی اپنی زمین خود ان پر تنگ کردی گئی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ترکستان شروع سے مسلمانوں کا ایک آزاد ملک رہا ہے، 1950 کے قریب وہاں 80 فیصد سے زائد مسلم آبادی تھی، 1949 میں چین کی کمیونسٹ حکومت نے آزاد مشرقی ترکستان پر قبضہ کرکے اسے اپنے ملک کا ایک صوبہ بنالیا اور اس کے بعد وہاں سے مسلمانوں کا وجود مٹانے کی کوشش شروع کردی، سرکاری سرپرستی میں ایک طرف مسلمانوں کی تہذیب ثقافت، رسم و روایات اور رہن سہن کو تبدیل کرنے کی مہم چلائی گئی، انہیں شعائر اسلام سے دور کرنے کوشش کی گئی، تو دوسری طرف مسلمانوں کو اپنے ہی علاقے میں اقلیت میں تبدیل کرنے اور تعداد کم کرنے کیلئے کیلئے بڑی تعداد میں چینی باشندوں کو اس علاقے میں نقل مکانی پر آمادہ کیا گیا، انہیں مراعات دے کر اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز کیا گیا، مسلمانوں سے زمین چھین کر انہیں مالک بنایا گیا، مسلم آبادی کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا گیا، مختلف بہانہ بناکر ان کا قتل کیا گیا، انہیں جیل کی سلاخوں میں ڈالا گیا، جبر وتشدد کی راہ اپنا کر انہیں وہ علاقہ خالی کرنے پر مجبور کیا گیا۔

چینی حکومت کے اس ظالمان اور جابرانہ اقدام کے خلاف مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ جب لبریز ہوگیا تو انہوں نے آواز اٹھانی شروع کی، ترکستان اسلامی پارٹی کے نام سے ایک تنظیم قائم کرکے آزادی کی تحریک چلائی اور چین سے علاحدہ ہونے کیلئے احتجاج ومظاہرہ کرنا شروع کردیا لیکن ان مظلوم مسلمانوں کی کبھی نہیں سنی جاتی ہے، ان کے مطالبات پر اقوام متحدہ کبھی توجہ نہیں دیتی ہے، انسانی حقوق کی تنظیموں کو بھی چین میں

ہونے والے یہ انسانیت سوز مظالم کبھی نظر نہیں آتی ہیں اور المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک بھی چین کے ان مظلوم مسلمانوں کی تسلی کیلئے کبھی بھی ایک دو جملہ نہیں بول پاتے ہیں، چنانچہ 65 سالوں کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود یہاں کا یہ علاقہ آزادی حاصل کرنے سے محروم ہے، اپنی زمین میں اپنے خالق کو سجدہ کرنے پر جیل جانے کا مستحق ہوجاتا ہے، وکی پیڈیا کے مطابق موجودہ دور میں سنکیاگ صوبے کی آبادی 22 ملین عوام پر مشتمل ہے جن میں مسلمانوں کی تعداد نصف سے بھی کم ہوگئی ہے جبکہ 49 میں یہی تعداد 80 فیصد سے زائد تھی۔

یہاں کے مسلمان ایغور نسل سے تعلق رکھتے ہیں، اپنے مسلمان ہونے اور اسلامی تہذیب وثقافت کو اپنانے پر فخر محسوس کرتے ہیں، ہر طرح کا ظلم سہنے کے باوجود وہ اپنا حق حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کررہے ہیں، آزاری کی تحریک چلا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ چین نے 1949ء میں ناجائز طور پر مشرقی ترکستان پر قبضہ کیا تھا اس لئے انہیں علیحدہ ہونے کا حق حاصل ہے اور ان کی یہ جدوجہد جاری رہے گی، حکومت کی ظالمانہ پالیسی اور مذہبی اعمال پر عائد ہونے والی پابندی ان کی راہ میں حائل نہیں ہو پائے گی۔

چینی مسلمانوں کا یہ جذبہ لائق صد ستائش اور قابل فخر ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ یہاں کے مسلمان بھی بے یار ومددگار اور تنہا ہیں، کوئی ان کے حق میں بولنے والا نہیں ہے، کوئی ان کی فریاد سننے والا نہیں ہے، مقامی میڈیا کے ساتھ عالمی میڈیا میں بھی کبھی سنکیانگ کے مظلوم مسلمانوں کی آواز بلند نہیں کی جاتی ہے، چین کا قریبی دوست پاکستان بھی کبھی چینی حکومت کے ان اقدامات کی مذمت نہیں کرتا ہے اور نہ ہی اسے یہاں پامال ہونے والے انسانی حقوق نظر آتے ہیں۔ عرب اور مسلم ممالک بھی چین کی اس ظالمانہ پالیسی کی کبھی مذمت نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی عالمی طاقتوں کو چین کا ظلم وستم اور انتہاء پسندانہ رویہ نظر آتا ہے، جبکہ سنکیانگ صوبے میں جو کچھ ہورہا ہے وہ خلاف انسانیت، دہشت گردی اور عالمی قوانین کی واضح خلاف ورزی ہے، اس صوبے پر چین کی دعویداری کے صحیح اور غلط ہونے سے قطع نظر شعائر اسلام اور مذہبی امور پر پابندی سب سے بدترین، گھٹیا اور ظالمانہ فیصلہ ہے اور انتہاء پسندی، تشدد اور نفرت وعداوت میں چین نے یورپ کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے کیوں کہ یورپ میں اب تک صرف برقعہ پر پابندی عائد کی گئی ہے لیکن مذہبی آزادی کے علمبردار چین جیسے ملک میں اسلامی شعائر اور عبادات کی ادائیگی پر ہی پابندی عائد کردی گئی ہے جو اسلام کے خلاف حکومتِ چین کی واضح انتہاء پسندی ہے۔ ❍❖❍

تعلیم اور تعلیمی ادارے

راحت علی صدیقی قاسمی

تعلیم وہ قیمتی جوہر ہے جس سے قوموں کی تقدیر کا ستارہ چمک اٹھتا ہے، ان میں جہاں بانی اور حکمرانی کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں، دنیا ان کی ٹھوکروں میں ہوتی ہے، ترقی ان کے گھر کی لونڈی اور ان کی غلام ہوتی ہے، انسانیت کا اکرام واحترام ان کی رگوں میں خون کی مانند دوڑنے لگتا ہے، سماج ومعاشرہ کی برائیاں انہیں جھنجوڑنے لگتی ہیں، قوم وملت کا ہر مسئلہ انہیں اپنے گھر کی کہانی معلوم ہونے لگتا ہے، معاشرہ کے رستے زخموں پر مرہم رکھنا وہ اپنا فرض منصبی گردانتے ہیں، خیر خواہی و ہمدردی ان کے مزاج کا حصہ بن جاتی ہے، ملک کی ترقی ووسائل اور ذرائع کی حصولیابی، تحقیقات وانکشافات سے ملک کو بہرہ مند کرنا ان کی محبت اور دیوانگی ہوتی ہے، مہذب افراد تعلیم ہی کی دین ہیں، قوم وملت کی ترقی کا راز تعلیم ہی میں پنہاں ہے، تعلیم ہی ملک کی ترقی کا باعث ہے، تعلیم ہی کائنات کے اسرار کو عیاں کرتی ہے، زمین کی تہوں میں پوشیدہ معدنیات سے فائدہ اٹھانے کا سلیقہ عطا کرتی ہے اور دنیا کے تمام افراد کو ان کے فوائد سے محظوظ اور نقصانات سے بری ہونے کا فن عطا کرتی ہے، پوری دنیا کا جائزہ لے لیجئے احساس ہوجائے گا، جو ممالک تعلیم سے خالی ہیں، وہ کائنات کے منظرنامے پر کوئی حیثیت نہیں رکھتے، انہیں حاشیہ پر ڈال دیا گیا ہے، ان کا زمانے میں کوئی مقام ووقار نہیں ہے، ان کی کوئی حیثیت ووقعت نہیں ہے، جو چاہتا ہے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیتا ہے، انہیں زیرنگیں کرلیتا ہے، محکومی وغلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیتا ہے اور وہ اپنا دفاع کرنے پر بھی قادر نہیں ہو پاتے، نہ ان کے پاس آلات حرب وضرب ہوتے، نہ انہیں حاصل کرنے کا طریقہ، نہ ان کے پاس اپنی حفاظت کی تدابیر موجود ہوتیں، نہ عزت وناموس کی حفاظت کا طرز عمل انہیں معلوم ہوتا، تاریخی واقعات اس کیفیت کا اثبات کرتے ہیں، اس کے برخلاف امریکہ، چین، جاپان، علم وسائنس سے لیس ہیں، دنیا بھر میں ان کی عظمت وقار اور حیثیت کا ڈنکا بجتا ہے، ان کی طرف کوئی نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کرتا، ساری دنیا اپنے آپ کو ان ممالک کا محکوم خیال کرتی ہے، اقوام متحدہ میں جو ان کی زبان سے نکلتا ہے، حرف آخر گردانا جاتا

ہے، یہ سب علم ہی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے، ہمارا ملک آزادی کے ستر سال گذار چکا ہے، خاطر خواہ نتائج تو بر آمد نہیں ہوسکے، مگر ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے، پوری دنیا ہندوستان کو ترقی پذیر ملکوں میں شمار کرتی ہے، ابھی اسے بہت سے معرکہ سر کرنا اور بہت سے میدان فتح کرنا باقی ہیں، تعلیمی اعتبار سے ابھی وہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے کوسوں دور ہے، جدید علوم، سائنس وٹیکنالوجی میں ابھی اس کے سوتے خشک ہی محسوس ہوتے ہیں ، ہندوستان کی تعلیمی شرح ابھی 75 فی صد ہی ہے، جبکہ دنیا کا منظر نامہ دیکھا جائے اور نوشتۂ دیوار پڑھا جائے تو کچھ اور ہی صورت حال ہے، جس سے نگاہیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور اپنی حقیقت وحیثیت کا احساس ہو جاتا ہے، عالمی اعتبار سے تعلیمی شرح دیکھی جائے تو تقریبا 86 فی صد ہے، جس سے ہمارا ملک کافی پیچھے ہے اور سب سے زیادہ چونکانے والی بات یہ ہے کہ ہمارا ملک دنیا کے سب سے زیادہ جہلاء کو اپنے پیٹ میں رکھتا ہے، یہاں تقریبا 18 فی صد مرد اور 35 فی صد عورتیں دنیا کی سب سے قیمتی شئے سے محروم ہیں اور اکثر لڑکیوں کا حال یہ ہے کہ دسویں جماعت کے بعد وہ اسکول کا چہرہ نہیں دیکھ پاتیں، مسلمانوں میں تو لڑکوں کا بھی یہی عالم ہے، جبکہ ہر ذی شعور فرد اس حقیقت سے باخبر ہے، انسان روٹی کے بغیر چند ایام زندہ رہ سکتا ہے اور اس کے قویٰ چند دنوں ساتھ دے سکتے ہیں، تاریخ میں دو دو ماہ بھوکے پیٹ رہنے والوں کی مثالیں موجود ہیں، مگر تعلیم کے بغیر وہ چلتی پھرتی لاش اور زمین پر بوجھ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، جو ملک کی ترقی کا ذریعہ ہو سکتا ہے، نہ قوم کی نیک نامی کا سبب، نہ اس سے معاشرہ فیضیاب ہوسکتا ہے، نہ سماج کی بہی خواہی کی امید اس سے کی جاسکتی ہے، بڑے بڑے مفکرین و ماہرین ان حقائق پر بار بار روشنی ڈال چکے اور تعلیم کی اہمیت کو ثابت کر چکے، اس کے باجود ہمارے ملک کا عالم یہ ہے کہ اس وسیع وعریض دھرتی اور ایک عرب اٹھائیس کروڑ افراد کا بوجھ اپنے سینہ پر برداشت کرنے والے ملک میں تقریبا صرف 440 یونیورسٹیز ہیں، جن میں بعض کا عالم یہ ہے کہ غریب مفلس و نادار تو دور کی بات درمیانی طبقہ کے افراد بھی وہاں کے اخراجات کو برداشت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور بے بس لاچار مایوس اپنی آرزؤوں، تمناؤں اور خواہشوں کا بوجھ لادے نکل پڑتے ہیں، پیٹ کی آگ بجھانے، بہت سے صلاحیت مند قابل، ملک کی ترقی کا ذریعہ ثابت ہونے والے ، اس صورت حال سے دوچار ہوتے ہیں اور گمنامی کے ایسے دلدل میں گر جاتے ہیں جس سے وہ کبھی نہیں نکل پاتے اور اسی میں غرق ہو کے رہ جاتے ہیں، نہ تاریخ کے اوراق انہیں سینہ پر رقم کرتے اور نہ سماج و معاشرہ

ان پر ماتم کناں ہوتا، بس چند افراد چند ایام اس قصۂ پارینہ سے لطف حاصل کرتے ہیں اور وہ تاریک ماضی کا حصہ ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری ہے، ان سب کے باوجود سب سے بڑے کمال کی بات یہ ہے ،موقع پرست مطلب کے بندہ کچھ اور ہی راگ الاپتے ہیں اور اس جہالت کو تعداد کی کثرت کا لبادہ اوڑھانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی نظر میں افراد کی کثرت تعلیم کی راہ میں رکاوٹ بن گئی ہے، جب کہ چین اس دعوے کو غلط ثابت کر رہا ہے، ہمارے ملک سے زیادہ افراد کا مسکن اور تعلیمی شرح 96.4فی صد عورتیں بھی کثیر تعداد میں تعلیم یافتہ جس کے اثرات کا ہم کھلی آنکھوں مشاہدہ کر سکتے ہیں، دنیا کی کسی طاقت کا اس کے سامان چراغ نہیں جلتا، صنعت وحرفت میں وہ اپنی مثال آپ ہے، ہمارے یہاں تو رونا یہ ہے، اتر پردیش ہندوستان کی سب سے عظیم ریاست یونیورسٹیز کی تعداد 50 سے بھی کم، جبکہ کرہ ارضی کو دیکھا جائے تو کئی ملک میں اس سے کم تعداد میں افراد آپ کو نظر آئیں گے، خود امریکہ صرف 33 کروڑ افراد کا مسکن ہے اور 247 مرکرزی ادارے ہیں، جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے اور پھر ان کے ذیلی ادارے انتہائی اعلیٰ معیار کے حامل اگر دیکھ لیں تو آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں اور وکاس نامی غبارے کی ہوا پل میں نکل آجائے ،ایک پل ٹھہر کر ان تمام باتوں پر غور کیجئے، کتنا مشکل ہے، اعلیٰ تعلیم کا حصول اور کتنا صبر آزما ہے، اپنی خواہشوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانا، کتنی تکالیف کو جھیلنے کے بعد ایک طالب علم یونیورسٹی کے دروزاے پر دستک دیتا ہے، گھر بک جاتے ہیں عزتیں نیلام ہو جاتی ہیں، کمر ٹوٹ جاتی ہے، حوصلے ریزہ ریزہ ہو جاتے ، بہت سے تو دل مسوس کر رہ جاتے ہیں مگر جو آگے بڑھتے ہیں، انہیں محنتوں کا صلہ کیا ملتا ہے، اداروں کی مسموم فضا، فرقۂ خاص کی غنڈہ گردی، فکر واحساس کی غلامی، جمہوریت میں آمریت کی نشانیاں، کیا اس لئے یہ قربانی پیش کی گئیں، کیا اسی لیے گھروں کو بیچا گیا، کیا اس لئے بوڑھا باپ رکشا کھینچ رہا ہے، کیا اسی لیے کمزور بوڑھی ماں محلے کے برتن دھو رہی ہے سلائی کر رہی ہے، کیا اس کی بوڑھی آنکھیں سوئیں کے باریک ناکے کو دیکھ سکتی ہیں، مگر بیٹے کی ترقی کا خواب، اس کی کامیابی کی خواہش ان بجھتے دیوں کو بھڑکنے پر مجبور کئے ہوئے ہے، یہ کوئی افسانہ نہیں، وہ تلخ حقیقت ہے، جس کا مشاہدہ کرنے کے لئے میلوں کا سفر درکار نہیں ہے، بلکہ ہر شخص اپنے قرب وجوار میں ایسی مثالیں تلاش کر سکتا ہے اور جس کی آنکھیں سماج میں ایسے افراد کو نہ دیکھ سکتی ہوں، وہ اپنی عینک تبدیل کر لیں حقائق نظر آجائیں گے، روہت وومیلا کا خون، کنہیا کمار پر مظالم کی بوچھار

جے این یو کی بدنامی، نجیب کی گمشدگی، کشمیری طلبہ کا استحصال، کیا یہ صورت حال ملک میں تعلیم کی فضا کو عام کرے گی، جہاں خوف و ہراس کے ہیبت ناک بادل ہیں اور انصاف تحریر سے باہر وجود پذیر ہی نہیں ہوا، ابھی یہی فیصلہ ہو رہا ہے، روہت وومیلا دلت تھا یا نہیں، اس کے قتل کے اسباب سے آنکھیں پھیر لی گئیں، اس کو قتل پر آمدہ کرنے والے دندناتے پھر رہے ہیں، جن کی جانب اس نے اپنے خط میں اشارہ کیا سب مست ہیں، کنہیا ابھی ادارے سے اخراج کی تکلیف جھیل رہا ہے اور پروپیگنڈا کرنے والے مزے میں ہیں، نجیب کو گم ہوئے چار ماہ ہونے کو ہیں، برائے نام بھی پولیس کے پاس کچھ نہیں ہے، ایک روتی بلکتی دہلی کی گلیوں کی خاک چھان گئی، ہمارے سیاسی رہنماؤں کے منھ پر تالے پڑے رہے، کشمیری طلبہ پر ظلم کرنے والوں کو کیا سزا ملی کوئی خبر نہیں ہے؟ اور اب دہلی یونیورسٹی میں اے بی وی پی کے طلبہ نے مار پیٹ کی، کرن ریجو نے یہ تو کہہ دیا کہ اظہار رائے کی آزادی ملک کی مخالفت کی اجازت نہیں دیتی، انہیں طلبہ سے مار پیٹ کرنا ہنگامہ کرنا ملک کے خلاف نظر نہیں آیا، مخالفت پر بلاتکار کی دھمکی دے دینا ان کی نگاہ میں روا ہے اور اس کے بعد پونے یونیورسٹی میں اس طرح کی صورت حال کی خبر سنائی پڑی، کیا یہ تعلمی ترقی میں رکاوٹوں کے اسباب نہیں ہیں، کیا یہ ملک کو تنزلی وانحطاط کی جانب ڈھکیلنے والی چیزیں نہیں ہے، کون اتنی محنت مشقت جد وجہد کے بعد فکر خاص کا غلام ہونا پسند کرے گا، کیا اس کی محنتوں کا صلہ یہی ہے، کاش ہمارے ملک میں ہر چیز سیاسی پیمانے پر نہ ناپا جاتا، تو انصاف مل چکا ہوتا روہت کو نجیب کو کنہیا اور رامجس کالج کے طلبہ کو اور تعلیمی ترقی پر مشکلات کے بادل چھٹ گئے ہوتے۔ اگر یہی صورت حال برقرار رہی، اور اداروں کی فضاء مسموم ہوگئی، تو ملک کو مشکل ترین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا، ترقی کا پہیا روک جائے گا، جہالت کا دور دورہ ہوگا اور ملک صدیوں پیچھے چلا جائے گا، اس لیے حکومت وقت اور باثر شخصیات سنجیدگی کے ساتھ اس صورت حال کا مقابلہ کریں اور طلبہ کو سیاست مخالفت، مد مقابل اور مخالف کا فرق سمجھائیں اور اس دوراہے پر اپنی ناک کے بجائے ملک کی ناک خیال کریں، اداروں میں پھیلتی اس وبا کو فنا کے گھاٹ اتاردیں، ورنہ نتائج کا انتظار کریں اور اپنی تباہی کا منظر دیکھنے کے لئے آنکھیں کھلی رکھیں۔

❍❖❍

مسلمانوں کی پستی اور اس سے نکلنے کی راہ

نثاراحمد حصیر القاسمی
سکریٹری جنرل اکیڈمی آف ریسرچ، اینڈ اسلامک اسٹیڈیز، حیدرآباد

انگریز ہمارے یہاں آئے، ملک کی دولت وثروت کو لوٹا اور یہاں سے چلے گئے، مگر جاتے ہوئے ہمارے لئے اپنی بہت سی میراث چھوڑ گئے اور ہمیں بہت سے عادات واطوار کا خوگر بنا دیا، جس سے ہمیں گلو خلاصی کیا حاصل ہوئی کہ ہم نے اسے اور بھی دل وجان سے چاہنا شروع کیا اور مغرب کی اندھی تقلید میں اس کو اپنے کلچر وتہذیب اور اپنی ترقی وبرتری کا زینہ سمجھ لیا، انہوں نے ہمیں جن اخلاقی گراوٹوں کا خوگر بنا دیا ہے اس کی فہرست تو بہت طویل ہے، جسے گنانا، ہر ایک پر گفتگو کرنا اور اس کے فوائد ونقصانات کی نشاندہی کرنا مقصود نہیں، اس وقت تو صرف اتنی سی بات ذکر کرنی ہے کہ سامراجی طاقتوں نے ہمیں جن چیزوں کا عادی بنا دیا ہے، اس میں سے ایک عمدہ سے عمدہ اور لذیز سے لذیذ شئی کی طلب میں مبالغہ اور انتہائی درجہ حرص ہے، اور دوسری چیز کام کے بغیر راحت وآرام اور عیش وعشرت کی خواہش ہے، سرکاری محکموں، آفسوں اور اس طرح کے اداروں میں جائیں، کاروبار یا طلب رزق کے ادارہ پر نظر ڈالیں، ہر دکان، ہر سڑک، ہر عوامی جگہوں اور خدمات کے مقامات پر نظر آئے گا کہ ہر کوئی روپیہ کمانے، پیسے سے پیسے بنانے، مال غنیمت حاصل کرنے اور اونچی اونچی تنخواہیں پانے کی تگ ودو میں مصروف ہے، مگر وہ یہ سب کچھ محنت ومشقت کے بغیر یا کم سے کم محنت کے ذریعہ ہی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ آفس میں بیٹھ کر باتیں بناتے ہوئے دن گزارتے ایک دن کا کام ہفتوں میں، ہفتے کا کام مہینوں میں، اور مہینے کا کام سالوں میں بھی کرنا نہیں چاہتے مگر چاہتے ہیں کہ کام کی اجرت اسے بروقت اور پوری پوری مل جائے، اکثر لوگوں کو سامنا پڑتا ہوگا کہ کسی شدید اور فوری ضرورت سے وہ متعلقہ آفس پہنچتے ہیں مگر ماتحت کے لوگ فضولیات میں مشغول ہوتے ہیں، ذمہ دار کے بارے میں دریافت کرنے پر بتایا جاتا ہے کہ وہ ناشتہ کیلئے، لنچ کیلئے، کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ یا کم از کم یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ کسی میٹنگ کو اٹینڈ کر رہے ہیں، آدھے گھنٹہ کے بعد آئیں گے صبح سے شام ہوجاتی ہے مگر وہ ذمہ دار نمودار نہیں ہوتے، کبھی ہوتے بھی ہیں تو اپنے چیمبر میں بیٹھ کر ایک دو فائل الٹ پلٹ کر دیکھتے

پھر فون میں مشغول ہوجاتے اور گھر سے بیوی بچوں کا کال آنا شروع ہوجاتا، اور شام کی تفریح و مارکٹنگ کا پروگرام بنتا رہتا ہے، ایک گھنٹے کے بعد وہ اٹھتے اور روانہ ہوجاتے ہیں، جانے کے بعد بتا دیا جاتا ہے کہ صاحب چلے گئے کل آئیں اور پوری قطار اور انتظار میں بیٹھے حاجت مند مایوس و نامراد لوٹ آتے ہیں، اس طرح ایک معمولی سے کام کیلئے مہینوں چکر کاٹتے رہتے اور کام نہیں ہو پاتا ہے۔ اس طرح کی خیانت کسی ایک محکمہ یا ادارہ میں نہیں یہ وبا ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے، جہاں بھی جائیں اسی طرح کی صورتحال کا سامنا ہے، مسلمان اور غیر مسلم سب اس میں برابر ہیں، ہر جگہ تن آسانی اور کام کئے بغیر اجرت حاصل کرنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، جن ضرورتمندوں کی حاجت روائی کیلئے انہیں مامور کیا گیا ہے، وہ نہ صرف اس میں تاخیر کرکے اپنی مفوضہ ذمہ داری اور امانت میں خیانت کرتے ہیں، بلکہ ضرورت مندوں کو شدید تکلیف و اذیت پہنچاتے ہیں۔

ایک شخص نے آکر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''**إذا ضيعت الأمانة**'' جب امانتیں ضائع کردی جائیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ یہ امانت کا ضائع کرنا کس طرح ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**إذا وسد الأمر إلى غير أهله فانتظر الساعة**'' جب ذمہ داریاں نااہلوں کے سپرد کردی جائیں تو قیامت کا بالفاظ دیگر انتظامیہ کے زوال کا انتظار کرو۔ امانت میں خیانت پر بے شمار احادیث میں وعیدیں آئی ہیں، خود باری تعالیٰ نے ایسے خائنوں کیلئے تباہی و بربادی کا مژدہ سنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ إِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ٥

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے۔ (المطففین:۱-۲)

آج مغرب کی اندھی تقلید نے ہمیں اخلاقی گراوٹ کے دلدل میں ڈال دیا ہے، ہر خاص و عام، تعلیم یافتہ وانپڑھ، خواہشات نفسانی کے پیچھے بھاگ رہا، گھٹیا و خلاف شرع کاموں میں مشغول اور ناپاکی و گندگی اور محرمات میں منہ مار رہا ہے، غیر مسلموں ہی میں نہیں بلکہ خود مسلمانوں میں شراب نوشی و منشیات کا استعمال عام ہوگیا ہے، ہر شہر، ہر محلّہ اور ہر گلی کوچے میں اس کے عادی سڑکوں پر گھومتے نظر آتے ہیں، حد تو یہ ہے کہ ہماری اس ملک کے اندر ہر بڑے چھوٹے شہروں میں طوائف خانے کھلے ہیں، انہیں لائسنس جاری کیا جاتا ہے اور انہیں قانونی تحفظ فراہم کی جاتی ہے، ہر بڑے شہروں میں زنا کاری و بدکاری کے لائسنس یافتہ اڈے اور

کلب میں پورے سال راتوں میں رونق ہوتی، گاہکوں کیلئے کیبن بنے ہوتے ہیں، جہاں نوجوان جوڑے اپنے نفس کی تسکیل کرتے، یہاں مسلمان بھی ہوتے ہیں، اور غیر مسلم بھی، کھلے عام بدکاریاں وزنا کاریاں انجام دی جاتی ہیں، یہی نہیں بلکہ یہاں اور بھی بہت کچھ ہوتا اور کوئی ایسی اخلاقی گراوٹ نہیں جو مغرب میں ہوتی ہو اور یہاں انجام نہ دی جاتی ہو۔

مغرب کی زندگی نے نہ صرف ہم سے اونچے اخلاق وکردار اور فضائل وطہارت کو ہم سے سلب کیا بلکہ ہمارے دین حق کو بھی ہم سے چھین لیا اور ہم اپنے دین وایمان سے بے بہرہ وتہی دست ہو گئے ہیں، ہم مسلمان کہلاتے ہوئے بھی اسلام سے عاری ہو چکے ہیں، مغرب ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہمارا نام مسلمانوں جیسا ہی رہے مگر ہم قلبی وذہنی اور عملی طور پر اس سے دور ہو جائیں ہم کہلائیں مسلمان مگر کریں وہ جو ہم سے یہود ونصاری چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے کہ:

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ○(البقرۃ:۲۱۷)	یہ لوگ تم سے لڑائی کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر تم سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں، اور تم میں سے جو اپنے دین سے پلٹ جائیں اور اسی کفر کی حالت میں مر جائیں ان کے اعمال دنیوی اور اخروی سب غارت ہو جائیں گے، یہ لوگ جہنمی ہوں گے، اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔

ظاہری بات ہے کہ جب ہم اپنے دین وایمان سے خالی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں شکار کرنے میں ان کیلئے کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی، ہائے افسوس کہ ہم نے ان کی تعلیم اور ان کی تہذیب کو اپنانے کے بعد پہلے تو خواہشات اور شہوتوں کی غلامی اختیار کی اور اس کے بعد لازمی نتیجہ کے طور پر بالآخر خود ان کی غلامی اختیار کر لی اور ہمارا ان کا معاملہ آقا وغلام جیسا ہو گیا، واقعہ یہ ہے کہ مغرب اور مغربی تہذیب کو اسلام کی ہر تعلیم سے پرخاش ہے، اسلامی تعلیمات خواہ کتنی ہی فطرت انسانی کے عین مطابق، انسانیت نواز، طہارت وعفت کی حامل، پاک وصاف اور اونچے اقدار واخلاق کا نمونہ ہو وہ اس کی ضرور مخالفت کریں گے اور ہمیں اس کی خوبی نہیں بلکہ اس کی خامیاں گنائیں گے اور اس سے باز رہنے کی بڑے دیدہ زیب پیرہن میں

تلقین کریں گے اور ان سے اس کی امید بھی نہیں کہ وہ کبھی ہمارا بھلا چاہیں گے، بلکہ اسلام سے ان کی کشمکش تو دائمی ہے، اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے:''ولا یزالون یقاتلونکم ''وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے، ان کی لڑائی ہمارے ساتھ اس وقت تک جاری رہے گی، جب تک کہ ہم اپنے دین وایمان سے دستبردار ہو کر ان کے طریقہ کو اپنا نہ لیں۔

آج اسلام اور مسلمانوں کو سخت وکٹھن لڑائی کا سامنا ہے، خود اپنوں سے بھی اور دوسروں سے بھی خود مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ اسلام کی بیخ کنی پر تلا ہوا ہے، جبکہ دوسروں کی تدبیریں تو ہمیں نیست ونابود کرنے کی ہو ہی رہی ہے، آج مسلمانوں کی اکثریت بے نمازی اور خواہشات نفسانی کے پیچھے بھاگنے والی ہے، اسلامی تعلیمات کا پاس ولحاظ ان کیلئے بار گراں ہے، مغرب کے اندر انسان اور ان کی خواہشات کی تکمیل کے درمیان کوئی حد فاصل دیوار نہیں ہے، وہ نفس کی تسکین کے ہر حربے استعمال کرتے ہیں، حلال وحرام کی قید وبند ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتی، وہ آزاد پھرنے والے جانوروں کی طرح جہاں چاہیں منہ مار لینے کو درست سمجھتے ہیں، بشرطیکہ باہمی رضامندی سے ہومگر اسلام اپنے ماننے والوں کو اس کی اجازت نہیں دیتا، اس کا دین اسے صحیح راستے کی رہنمائی کرتا اور اسے بتاتا ہے کہ خیر وبہتر کو بدتر میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی خبیث وحرام کا طیب وحلال سے تبادلہ ہوسکتا ہے۔

آج ہمارے گردوپیش کے مسلمان چاہتے ہیں کہ انہیں ہر طرح کی وہ نعمتیں اور لذتیں حاصل ہوجائیں جو نیویارک، واشنگٹن، پیرس، لندن، اور برلن میں ملتی یا وہاں بھی نہیں ملتی ہیں، اور نہ چاند پر کمند رکھنے والوں نے جس کی خواہش کی ہے، عجیب بات ہے وہ تو کام کررہے، محنت ومشقت اور جدوجہد سے آگے بڑھ رہے اور نئی دریافت میں ہر آن ہر لمحہ لگے ہوئے ہیں، پھر بھی ان کی خواہش اس قدر عیش وعشرت کی نہیں ہوتی جبکہ ہم بے کار وفضول بیٹھے تن آسانی کے ساتھ بے محنت وبے علم رہ کر یہ چاہتے ہیں کہ انہیں سب کچھ مل جائے، یہ کیسی چاہت ہے؟ آج ہمارے نوجوان بے روزگار ہیں، آمدنی پھوٹی کوڑی نہیں، علم سے کوسوں دور ہیں، پھر بھی چاہتے ہیں، کہ ان کی رہائش عالیشان بنگلے میں ہو، ان کی سواری عالی شان ہو، ان کے کھانے پینے نہایت عمدہ ہوں، انہیں ساری مرغوبات میسر ہوں، بھلا یہ کیسے ممکن ہے، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ وہ حرام کا راستہ اختیار کرے، چوری ڈکیتی کرے، غاصبانہ قبضہ کرے، کیا ایسے نوجوانوں اور افراد پر مشتمل قوم اور سماج

کبھی ترقی کرسکتی، کبھی مدمقابل کا سامنا کرسکتی، کبھی رشیہ دوانیاں کرنے والوں کے مقابلہ پر کھڑی ہوسکتی ہے، ہرگزنہیں دنیا اوراس کی زیب وزنیت سے محبت کی صورت حال نے ہی آج مسلمانوں کوتباہ حال بنادیا ہے، وہ تباہی وبربادی کے دلدل میں منہ کے بل گرے ہوئے ہیں جبکہ دوسری قومیں محنت ومشقت اور تعلیم کے ذریعہ آگے بڑھ رہی ہیں، انہوں نے محنت کواپنا شعار بناکر حکومت واقتدار کواپنے ہاتھ میں لیا اور ہم محکومیت کے ساتھ غلامی اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ ہم اپنے دین ومذہب اوراس کی کتاب سے جب تک جڑے اور علم کے میدان میں محنت کررہے تھے، تو ہم معزز تھے، ہمارے پاس حکومت تھی، ہمارا سکہ چل رہا تھا مگر جوں جوں ہم نے علم سے اپنا ناتا توڑا اوراپنے دین اوراس کی کتاب کوچھوڑا، پستی وزوال ہمارا مقدر بن گیا۔ وہ ہمیں غلام بن کر جینے کا حق دینے کیلئے بھی آج تیار نہیں ہیں، بلکہ مسلمان باقی رہنے کی صورت میں ختم کرنے یا ان کا دین ومذہب قبول کرکے ان میں جذب ہوجانے کیلئے کہہ رہے ہیں۔

مسلمانوں پر عجیب غفلت طاری ہے، سرپر تلواریں لٹک رہی ہیں، پھربھی وہ ہوش میں آنے کیلئے تیار نہیں ہیں جبکہ آج ہمارے درمیان قرآن بھی موجود ہے اور حدیث کا ذخیرہ بھی، اے کاش کہ ہم کتاب وسنت کی طرف رجوع ہوتے اسے اپنا رہنما بناتے، اوراس سے روشنی حاصل کرکے اپنی دنیا بدلتے اور علمی میدان میں اپنے گھوڑے دوڑاتے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَاءَ کُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ. يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلاَمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ بِإِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥

تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔ جس کے ذریعے اللہ سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے ہراس شخص کو جو پیروی کرتا ہو، اس کی رضا (خوشنودی کی باتوں) کی، اور ایسوں کو وہ نکال باہر لاتا ہے، اندھیروں سے روشنی کی طرف، اپنے اذن (وحکم) سے، اور وہ ان کی راہنمائی فرماتا ہے سیدھی راہ کی طرف۔

اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو نہ تو ہمارا دین باقی رہے گا نہ ہماری آزادی نہ ہماری زندگی زیادہ دنوں پر سکون رہ سکتی ہے، اور نہ ہماری عزت نفس برقرار رہ سکتی، اے کاش کہ ہم ذرا غور کرتے کہ ہم کہاں ہیں اور وہاں سے اوپر اٹھنے کا راستہ ہمارے دین اور ہماری کتاب نے کیا بتایا ہے۔

❍❖❍

کیا گائے کے نام پر 2019 تک کاٹے جاتے رہیں گے مسلمان؟

ڈاکٹر نجم ریحان

ساری دنیا کے انسانوں کیلئے گایے ایک دودھ دینے والی مخلوق ہے، جس کے تھن میں قدرت نے وہ خوبیاں رکھی ہیں کہ اس سے نکلنے والا دودھ حضرت انسان کی صحت وسلامتی کیلئے دوا سے بھی زیادہ منفعت بخش اور روح افزا ہوتا ہے۔ جب یہی گایے کسانوں کے دروازوں پر باندھی جائے، گئوشالوں میں اس کی پرورش ہو تو اس کے تھن سے نکلنے والا یہی سفید سیال اسے پالنے پوسنے والے خاندان کی آمدنی اور کفالت کا ذریعہ بنتی ہے۔ ملک کے اندر ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ایسے خاندان موجود ہیں، جن کی قوت لایموت کا سارا انحصار اسی گایے پر ٹکا ہوا ہے۔ اگر ملک کی معیشت میں گایے کی شراکت کا تخمینہ لگایا جائے تو یہ جان کر ہم حیران رہ جائیں گے کہ اربوں روپئے کی آمدنی جس ڈیری پروڈکٹ سے ہو رہی ہے، اس کا زیادہ تر حصہ گایے کے دودھ سے ہی وابستہ ہے۔ مگر گزشتہ چند برسوں سے یہی گایے کچھ مخصوص طاقتوں کے لئے سیاسی قوت حاصل کرنے کا ذریعہ بن گئی ہے۔ بالخصوص 2015 میں قومی دارالحکومت دہلی سے متصل اتر پردیش کے دادری میں محمد اخلاق نامی مسلمان کا ہجومی دہشت گردوں کے ہاتھوں اسی گائے کا گوشت رکھنے کے الزام میں بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے یہی گایے بی جے پی کیلئے اقتدار کے منصب تک پہنچانے کی بہترین سواری بن گئی ہے۔

گایے کا سیاسی استعمال کرنے والوں نے ''گئوماتا'' کے اتنے نعرے لگایے کہ ان کی اپنی مائیں بونی پڑ گئیں۔ سابق چیف جسٹس کاٹجو نے راجستھان میں گایے کیساتھ بے رحمانہ سلوک کرنے والے گئو بھکتوں کے منہ پر بھرپور طمانچہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے گئو بھکتوں کے ہاتھوں ایک بے گناہ انسان بے رحمانہ قتل پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ گئوماتا سے محبت اور عقیدت رکھنے والے لوگ گائے کی فلاح و بہبود سے متعلق حقیقی مسائل پر توجہ دینے میں ناکام ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گائے جب دودھ دینا بند کر دیتی ہے، تو اسے سڑکوں پر چھوڑ دیا جاتا ہے، جو سڑکوں پر بھوک و پیاس سے بے حال گھومتی رہتی ہے یا گلیوں میں گندگی کھاتی ہے۔ کیا اس طرح کوئی اپنی ماں کو اپنے گھر سے بھگاتا ہے اور بڑھاپے میں انہیں بھوک و پیاس سے دوچار چھوڑتا ہے؟ کیا بھوک سے گائے کی موت گئوکشی کے مترادف نہیں ہے؟

بہر حال گائے کے نام پر دہشت گردی کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے، بلکہ انسانیت کے دشمنوں، خاص طور پر دھرم کا سیاسی استعمال کرنے والے پاکھنڈیوں نے گزشتہ چند برسوں سے پورے ہندوستان میں دہشت گردی پھیلا رکھی ہے۔ جب سے مرکز میں بی جے پی برسر اقتدار آئی ہے اور گجرات 2002 مسلم نسل کشی کیلئے ذمہ دار تصور کئے جانے والے یرقانی رہنما نریندر مودی وزیر اعظم بنے ہیں، اسی وقت سے اکثریتی طبقہ کے اندر اقلیتوں کیخلاف پائی جانے والی نفرت کی آگ کو شعلہ بنا کر بھڑکا یا جانے لگا ہے، سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ زعفران زار حکومت کے ذریعہ ہمیشہ ہندوتوا کے تشدد پسندوں کی پشت پناہی کی وجہ سے ان کے حوصلے اور زیادہ فزوں ہونے لگے ہیں اور اتر پردیش میں یوگی آدتیہ ناتھ کیلئے وزیر اعلیٰ بننے کے بعد تو گویا ہندوتوا کے انسان نما درندوں کو دھرم اور ذات پات کی بنیاد پر بے گناہوں کو قتل کر دینے کی کھلی چھوٹ دیدی گئی ہے۔ ابھی الور میں دو روز پہلے گئوکشی کے الزام میں ہندو بلوائیوں یا یوں کہا جائے کہ انسان نما حیوانوں نے ایک مسلمان کا جس بے دردی سے قتل کیا ہے، اس کی مذمت کی بجائے اس جرم میں شامل اکثریتی طبقہ کے دہشت گردوں کو بی جے پی کے بڑے لیڈران معصوم قرار دے رہے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ این ڈی اے حکومت تمام طبقات کو ساتھ لے کر آگے بڑھنے اور ملک کی ہمہ جہت ترقی کا نیک ارادہ رکھتی ہے۔ شمالی ہند کی ریاست راجستھان کے الور میں گائے ذبح کرنے کے شبہے میں ایک مسلمان اور اس کی بیوی کو ہلاک کر دینے کے ملزمان میں سے 21 مشتبہ افراد کو پولیس بظاہر حراست میں لے چکی ہے۔ قومی دارالحکومت دہلی سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع اس گاؤں کی کشیدہ صورت حال کا جائزہ لینے کے بہانے انتہا پسند سیاسی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی کے رکن پارلیمنٹ سنگیت سوم نے وہاں پہنچ کر بے گناہ مسلمان کے قاتلوں کو معصوم قرار دے دیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ جو ہلاک کر دیے گئے ہیں، اُن کے بارے میں وہ کیا کہیں گے، تو سوم نے انہیں صرف' گائے مارنے والے' قرار دیا۔

مبصرین نے ہندوستان میں گائے کے گوشت یا بیف پر کی جانے والی پرتشدد سیاست کو انتہائی خطرناک قرار دیا ہے۔ عالمی طور پر اس قسم کے ظالمانہ واقعات آنے والے وقت میں ہندوستان کیلئے کس قدر سنگین ہو سکتے ہیں اس پر ان دنوں عالمی میڈیا میں مسلسل تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے، اور خیال کیا جا رہا ہے کہ حکومت ہند کی خاموش تائید کے درمیان بڑھتا ہوا مذہبی تشدد کا راست اثر ملک کی معیشت پر پڑے گا۔

اقلیتوں اور دلتوں کو نشانہ بنانے والے بلوائیوں کیخلاف حکومت ہند کی سرد مہری تو اسی جانب اشارے

کررہی ہے کہ اقتدار کے غرور نے بھگوا بریگیڈ کو دیوانہ بنادیا ہے اور حکومت کسی بھی حال میں پورے ملک کو ایک ساتھ لے کر آگے چلنے کا حوصلہ نہیں رکھتی ، یہی وجہ کہ ملک میں امن وامان کو بحران کا سامنا ہے، اقلیتوں میں اور دلتوں عدم تحفظ کا خوف بڑھتا جارہا ہے اور اس جرم میں مرکزی حکومت کہیں نہ کہیں خود بھی شریک ہے۔ مردہ گایوں کو باعزت طریقے سے ٹھکانے لگانے والے دلتوں کے ساتھ نام نہاد گئو بھکتوں نے وزیر اعظم کی آبائی ریاست گجرات میں کیا سلوک کیا تھا وہ منظر امن وانصاف کے خوگر ہندوستانیوں کی نگاہوں میں آج بھی کچو کے لگا رہا ہے۔

چند روز قبل بھارتیہ جنتا پارٹی کے سیاستدانوں نے ایک ریاستی اسمبلی میں ایک مسلمان رکن کو گائے کا گوشت کھانے کے شبہ میں تھپڑوں سے مار مار کر لال کر دیا تھا۔ اسی طرح جنوبی ہند میں ایک تعلیمی ادارے میں چھ طلبا کو ادارے کی انتظامیہ نے تعلیمی سیشن سے اس لیے معطل کر دیا تھا کہ انہوں نے اپنے دوستوں کو بیف کے ساتھ پکائی گئی ترکاری کھانے میں پیش کی تھی اور اس 'گھناؤنے' جرم کے بعد پیدا ہونے والی افراتفری میں ایک کسان کی موت بھی ہوئی تھی۔ گایے کے نام پر چلائی جانے والی دہشت گردی کے اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ہریانہ وراجستھان میں چند روز قبل بھی گائے ذبح کرنے کا الزام عائد کر کے سخت گیر ہندوؤں نے کئی کاروں اور دکانوں کو جلا دیا تھا۔ اس دنگے میں پولیس کے علاوہ کئی دیہاتی بھی زخمی ہوئے تھے۔ اس واقعہ کی چھان بین سے معلوم ہوا تھا کہ مسلمان ایک مری ہوئی گائے کی کھال اتار رہے تھے۔ بس اسے گناہ عظیم باور کر کے پورے میوات کو آگ کے حوالے کر دینے کی کوشش شروع ہوگئی۔

اس وقت ترقی، فلاح و بہبودی اور امن وآشتی کے سارے منصوبوں کو درکنار کر کے بی جے پی کی زیر اقتدار ریاستوں میں مذہبی تفریق اور نفرت پھیلانے مہم چلائی جارہی ہے، مگر اس مستعدی اور خفیہ پلاننگ کے تحت اس مہم کو آگے بڑھایا جارہا ہے کہ کسی کو بھی اس کی بھنک تک نہ اور اس طرح آسانی کے 2019 میں بھی سوا کروڑ ہندوستانیوں کو بے وقوف بنا کر اقتدار پر قبضہ جمائے رکھائے۔ اگر حکومت اور انتظامیہ کے دل صاف ہوں تو کسی بھی خطہ یا علاقے میں پھیلائی جانے والی بدامنی اور فسادات پر بآسانی قابو پایا جاسکتا ہے، مگر یہاں معاملہ یہ ہے جب حکومت کو ہی اس راستے اقتدار تک پہنچنے میں کامیابی نظر آرہی ہو تو پھر اسے روکنے اور امن وامان قائم کرنے، باہمی رواداری کی کوششیں کرنے کی زحمت کیوں اٹھائی جائے گی۔

کیا مذہبی لبادے میں چھپے بھیڑیوں کو سیاسی پناہیں دے کر ملک کے امن وامان اور ترقی کے امکانات کو برا قرار رکھا جاسکتا ہے؟ جب کسی ملک میں بے چینی، بدامنی اور عدم تحفظ کا ماحول قائم کرنے والوں کی پیٹھ ٹھوکی جانے لگے اور اہل وطن کو انصاف دلانے والی حکومت ہی ظالموں، قزاقوں اور بے گناہ انسانوں کے قاتلوں کی ہمنوا بن جائے، ایسا ملک اپنے ترقی اور عروج کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں کیسے کامیاب ہوسکتا ہے۔ اس وقت یہ سوال اس لئے اور زیادہ حساس ہوگیا ہے کہ مصنوعی اور زبانی ترقی کی باتیں کرنے والی برسر اقتدار پارٹی قاتلوں کی حوصلہ افزائی کررہی ہے اور دھرم کے نام پر درندگی برپا کرنے والوں کو خفیہ طور پر مدد پہنچارہی ہے۔

اتر پردیش میں بی جے پی کے اقتدار میں آتے ہی ملک میں ایسا لگتا ہے کہ گائے کی سیاست ایک بار پھر اقلیتوں کے قتل عام کی راہ پر چل پڑی ہے۔ بی جے پی کے اقتدار والی ریاستوں میں ساری توجہ صرف اس بات پر مرکوز کی جارہی ہے کہ گئوکشی روکنے کیلئے کیا کچھ کیا جاسکتا ہے۔ اس کیلئے ایسے ایسے قوانین بنائے جارہے ہیں جیسے دہشت گردوں سے نمٹنے کیلئے بنائے جاتے ہیں۔ بی جے پی ہی کے اقتدار والی ریاست راجستھان میں الور ضلع میں ایک مسلم شخص کو پیٹ پیٹ کر ہلاک کردیا گیا۔ حالانکہ پولیس کی گراؤنڈ رپورٹ بتارہی ہے کہ وہ مظلوم مسلمان گئوکشی میں ملوث نہیں تھا۔ مگر اس رپورٹ کو وسندھرا سرکار نے اپنی شرمندگی مٹانے کیلئے عام ہونے سے روک دیا۔ رپورٹ کہتی ہے کہ یہ شخص سرکاری بازار سے گائے خرید کر پورے کاغذات اور دستاویز کے ساتھ اسیلیکر اپنے گھر آرہا تھا کہ اسی درمیان بھگوا درندوں نے گئوکشی کا الزام لگا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ راجستھان کے وزیر داخلہ اس واقعہ کو زدوکوب قرار دیتے ہیں جبکہ اس میں ایک شخص جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس کا ویڈیو سارے ملک میں گشت کررہا ہے اس کے باوجود مرکزی منسٹر آف اسٹیٹ اقلیتی امور مختار عباس نقوی تو ایسا کوئی واقعہ پیش آنے ہی سے انکار کردیتے ہیں۔ یہ لوگ آخر کس کو جھٹلا رہے ہیں؟ کیا حقائق کو اس طرح سے بھی جھٹلایا جاسکتا ہے؟ یہ حوصلہ مختار عباس نقوی کے سوا کسی اور کا نہیں ہوسکتا۔ اس ملک میں انسانوں کو ایسے ایسے مسئلہ درپیش ہیں جن پر توجہ کرنا حکومتوں کی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔ یہاں لوگ دو وقت کی روٹی کیلئے ترس رہے ہیں۔ غربت وافلاس میں اضافہ ہورہا ہے۔ کسی کو روزگار حاصل نہیں ہے تو کسی کو ادویات دستیاب نہیں ہیں۔ ان تمام مثبت کاموں سے جی چرا کر ملک میں نفرت عام کرنا کس قسم کے ہندوستان کو جنم دے گا یہ بات ایک بار حکومت ہند وضرور سوچنی چاہئے۔ ❍❖❍

مسلم لڑکیوں کو ہندو بنانے کی مہم زوروں پر!

سیکڑوں مسلم لڑکیاں ہندو بن گئیں!

سہیل انجم

ہندستان میں مسلم خاتون کی عزت پر حملے کی مہم اتنی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اگر یہ سلسلہ بند نہ ہوا تو اس کے انتہائی خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں اور ملک میں بھیانک فسادات کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے۔ اس مہم کے پس پردہ بھی وہی عناصر کارفرما ہیں جو لو جہاد کی مہم میں سرگرم تھے۔ البتہ اب انھوں نے اپنا طریقہ کار بدل دیا ہے اور وہ جارحانہ انداز میں بزعم خود لو جہاد کا انتقام لے رہے ہیں۔ حالانکہ لو جہاد ایک بے بنیاد مہم تھی جو سنگھی ذہنیت کی پیدا کردہ تھی۔ جس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق کے بیج بونا تھا۔ لیکن جب اس پر زبردست ہنگامہ ہوا تو اس محاذ کو سردست چھوڑ دیا گیا اور ایک نیا محاذ شروع کر دیا گیا۔ اس محاذ یا اس مہم کا نام ''بہو لاؤ بیٹی بچاؤ'' ہے اور اس کے تحت مغربی بنگال میں اب تک تقریباً پانچ سو مسلم اور عیسائی لڑکیوں کو ہندو بنایا جا چکا ہے۔ اب لو جہاد کی مانند ہندو مسلم جوڑے کو نشانہ نہیں بنایا جاتا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی جاتی ہے بشرطیکہ لڑکی مسلمان ہو اور وہ ہندو ہو جائے۔

اس بارے میں ایک تفصیلی اور تحقیقی رپورٹ دہلی سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ انڈین ایکسپریس میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں تصویروں کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہندو لڑکے مسلم لڑکیوں کو اپنے پیار کے جال میں پھانستے ہیں اور پھر ان لڑکیوں کا شدھی کرن کیا جاتا ہے، ان کو ہندو بنایا جاتا ہے، ہندو نام رکھے جاتے ہیں اور پھر ہندو مذہب کے مطابق ان کی شادی کی جاتی ہے۔ تقریباً ایک سال سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جو مسلم لڑکیاں ہندو ہو جاتی ہیں ان کے والدین سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے تحفظ کے لیے بی جے پی میں شامل ہو جائیں۔ لڑکوں کے والدین کو بھی اسی بہانے سے بی جے پی میں شامل کیا جاتا ہے۔ یہ مہم دو دھاری تلوار کی مانند ہے۔ اس کے دو مقاصد ہیں۔ پہلا مسلم اور عیسائی لڑکیوں کو ہندو بنانا اور دوسرے بی جے پی کی طاقت میں اضافہ کرنا۔ مغربی بنگال کے ان اضلاع میں جہاں ترنمول،

کانگریس اور بائیں بازو کی پارٹیاں کمزور ہیں اور جہاں بی جے پی اپنے قدم جمانے کی کوشش کر رہی ہے انہی اضلاع میں یہ سلسلہ تیزی سے چلایا جارہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس مہم میں وشو ہندو پریشد، ہندو سمہتی، ہندو جاگرن منچ اور بھارت سیوا آشرم سنگھ شامل ہیں۔ انڈین ایکسپریس کے نمائندوں

نے گزشتہ دو ماہ میں ساوتھ 24 پرگنہ، نارتھ 24 پرگنہ، مرشد آباد، ہاوڑہ اور بیر بھومی کے دورے کیے ہیں اور اس سلسلے میں تفصیلات یکجا کی ہیں۔ وشو ہندو پریشد کے لیڈر بادل داس جو کہ پریشد میں اس مہم کے انچارج ہیں بتاتے ہیں کہ گزشتہ ایک سال میں کم از کم پانچ سو مسلم اور عیسائی لڑکیاں ہندو لڑکوں سے شادی کر کے ہندو بن گئی ہیں۔ ان تمام خواتین نے اپنے ہندو نام رکھ لیے ہیں اور ان کے گھر والوں کو بی جے پی میں شامل کیا جارہا ہے۔ ہندو سمہتی کے سربراہ تپن گھوش کے مطابق لو جہاد کے تحت مسلم لڑکے ہندو لڑکیوں کو اپنے پیار کے جال میں پھانستے تھے اور ان سے شادی کر لیتے تھے۔ مگر اب ہماری کوشش متاثرین کو بچانا اور مسلم لڑکیوں کو ہندو بنانا ہے۔ جادو پور یونیورسٹی میں پروفیسر اچنتیا وشواس نے جو کہ وشو ہندو پریشد کی گولڈن جوبلی تقریبات میں مہمان خصوصی تھے، کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہندو لڑکا کسی مسلم لڑکی کو ہندو بناتا ہے تو یہ بہت اچھی اور اہم بات ہے۔ ہم ہندو لڑکیوں کے مسلم لڑکوں سے شادی کے رجحان کو توڑنا اور مسلم لڑکیوں کے ہندو لڑکوں سے شادی کے رجحان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔

21 سالہ مسلم لڑکی ربیکہ خاتون اب میناکشی ہوگئی ہے اور ساوتھ 24 پرگنہ میں رہتی ہے۔ بقول اس کے ہندو بن کر اور ہندو لڑکے کے ساتھ اس کے گھر میں رہ کر وہ بہت خوش ہے۔ شروع میں وہ کچھ بتانے سے انکار کرتی ہے لیکن بعد میں اپنی شدھی کرن کی کہانی بتاتی ہے۔ اس کے سسرال والوں نے اس کا نام میناکشی رکھا ہے۔ ہندو سمہتی نے اس کی شادی کا انتظام کیا۔ انھوں نے ایک سال قبل کورٹ میں شادی کر لی تھی۔ اس کے شوہر کا نام مدھومنگل نسکر ہے۔ اس کے باپ ہردھن چندر نسکر نے اس شادی کی مخالفت نہیں کی۔ اب یہ پورا خاندان بی جے پی میں شامل ہوگیا ہے۔

لڑکی کے باپ مشرف شیخ سے بھی کہا جارہا ہے کہ اگر وہ اپنا تحفظ چاہتے ہیں تو وہ بھی بی جے پی میں شامل ہو جائیں۔ ربیکہ عرف میناکشی کا کہنا ہے کہ ہندو سمہتی نے ہمیں کولکاتہ میں ایک شیلٹر میں رکھا تھا۔ چند ماہ کے بعد یہاں ان کے گھر آ گئی۔ میں نے خود کو ایک ہندو ہونے کا اعلان کیا اور اس بارے میں ایک حلف نامہ

عدالت میں داخل کیا۔لڑکے کے والدین نے میرے شدھی کرن کے لیے ایک ہون کا انتظام کیا۔اس کے بعد میں نے ہندو مذہب کے مطابق ان سے شادی کر لی۔اس کے سسر کا کہنا ہے کہ میں نے لڑکی کے باپ سے کہا ہے کہ وہ بھی بی جے پی سے اچھے تعلقات رکھے۔میں بھی اب بی جے پی ہی میں ہوں پہلے نہیں تھا۔ پہلے میں SUCI کا رکن تھا۔لڑکی کے والد مسرت شیخ کے مطابق شروع میں ہم نے اس شادی پر مزاحمت کی لیکن جب میری لڑکی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی اور اس سے شادی کر لی تو میں کیا کر سکتا تھا۔لڑکی خوش ہے۔

اخبار نے اس ابتدائی رپورٹ کے علاوہ ایک مکمل صفحہ پر بھی ایک اسٹوری شائع کی ہے جس میں ان لڑکیوں اور لڑکوں میں سے بعض کی تصاویر ہیں جنھوں نے اس مہم کے تحت شادی کی ہے۔ایک لڑکی کو گھر میں بنے مندر میں پوجا کرتے ہوئے بھی دکھایا گیا ہے۔22 سالہ ام کلثوم خاتون اب انترا بچار ہوگئی ہے۔اس نے راج شیکھر بچار سے شادی کی ہے۔راج شیکھر کا کہنا ہے کہ میں نیم پیٹھ رام کرنا آشرم میں ایک اسٹوڈنٹ ہوں۔میری ایک بہن نے ایک مسلم نوجوان سے شادی کی ہے۔لیکن جب وہ مسلمان ہوگئی تو اسے گھر تک محدود کر دیا گیا۔اسے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں۔اب میں نے اس کے شوہر کی رشتے کی بہن سے شادی کر لی۔حساب برابر ہوگیا۔27 سالہ شبینہ یاسمین اب نندنی مکھل ہوگئی۔اس نے تلسیر ہاٹ کے ببلو مکھل سے شادی کر لی۔مکھل ایم اے کا اسٹوڈنٹ ہے۔اس نے بتایا کہ شبینہ نے عدالت میں حلف نامہ داخل کر کے خود کو ہندو اعلان کیا۔اس کے بعد ہم نے ہندو مذہب کے مطابق شادی کی۔23 سالہ نروپا سلطانہ اب روپا کونرا ہوگئی ہے۔اس نے سکنڈ ائیر کے اسٹوڈنٹ گوپال کونرا سے شادی کی ہے

اس کا کہنا ہے کہ مجھے گوپال کونرا سے پیار ہوگیا تھا۔مگر میں اپنا مذہب بدلنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔مجھے تپن گھوش کے پاس لے جایا گیا۔انھوں نے کہا میرا اصل مذہب ہندوازم ہی ہے۔اور مجھے اس مذہب میں واپس آجانا چاہیے۔میں اپنے گھر سے بھاگ گئی اور میں نے ایک شیلٹر میں پناہ لی۔اب میں نے ان سے شادی کر لی ہے۔میں خوش ہوں۔میں روزانہ کالج جاتی ہوں۔میرے گھر والوں نے مجھ سے رشتہ توڑ لیا ہے۔میں نے بھی ان سے رشتہ توڑ لیا۔

20 سالہ رقیہ خاتون اب رومپا چٹرجی ہوگئی۔اس نے ایک ہندو پنڈت ہری داس چٹرجی کے بیٹے کارتک چٹرجی سے شادی کر لی۔اس نے بتایا کہ ہندو سمہتی نے اسے شیلٹر میں لے جا کر رکھا۔جہاں مزید تین

جوڑے پہلے سے تھے۔ وہاں ہم تقریباً چھ ماہ رہے۔ تپن گھوش نے مجھ سے کہا کہ اب اسے اس معاملے کو سلجھا لینا چاہیے۔ اس کے بعد سے میں ان کو بابا پکارنے لگی۔ ستمبر میں ہم نے شادی کر لی۔ شادی کے بعد اس کے سسر نے بی جے پی جوائن کر لی۔ اس کے سسر کے مطابق وہ پہلے SUCI میں تھے۔ اس نے بتایا کہ میں نے ایک یگیہ کا اہتمام کیا۔ میں نے اپنی بہو سے کہا کہ وہ اب اپنے گھر والوں سے تعلق توڑ لے۔ 20 سالہ روشنا اب جیوتی ہوگئی ہے۔ اس نے تیس سالہ بسوجیت سرکار سے شادی کی ہے۔ اس کا بھی شدھی کرن کیا گیا۔ بسوجیت پہلے ترنمول کانگریس میں تھا مگر اب وہ بی جے پی میں شامل ہوگیا ہے۔ روشنا نے بھی شیلٹر میں رکھے جانے کی کہانی بتائی۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کا نام اب بدل گیا ہے۔ لوگوں کے مطابق روشنا اور جیوتسنا کا ایک ہی مطلب ہے۔ 19 سالہ کشمیرا اب کویتا منڈل ہوگئی ہے۔ اس نے پریودوت منڈل سے شادی کی ہے۔ اس کا بھی معاملہ سابقہ لڑکیوں کی مانند ہے۔ یعنی شیلٹر میں رکھنا اور پھر حلف نامہ داخل کر کے شدھی کرن کروانا، مذہب بدلنا اور ہندو مذہب کے مطابق ہندو لڑکے سے شادی کرنا۔

اس اسٹوری میں بعض عیسائی لڑکیوں کی کہانی بھی درج ہے لیکن بیشتر مسلم لڑکیوں کے واقعات ہیں۔ یہ سلسلہ ابھی مغربی بنگال کے بعض ان اضلاع میں چل رہا ہے جہاں ترنمول کانگریس، سی پی ایم، سی پی آئی اور کانگریس کی جڑیں کمزور ہیں۔ وہاں اس مہم کے تحت بی جے پی کی جڑیں بھی مضبوط کی جا رہی ہیں۔ مسلم اور عیسائی لڑکیوں کی ہندو لڑکوں سے شادی کے بعد ان خاندانوں کو بی جے پی میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ابھی اس پر کوئی ہنگامہ نہیں ہوا ہے۔ دراصل اس مہم سے پورا ملک ابھی بے خبر ہے۔ لیکن اب جبکہ ایک قومی اخبار میں اس کی خبریں شائع ہوئی ہیں تو امکان اس بات کا ہے کہ اس پر ہنگامہ ہوگا اور ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ لو جہاد ایک فرضی معاملہ تھا جو کہ خود بی جے پی، وشو ہندو پریشد اور آر ایس ایس کی ذہنی اختراع تھی۔ اس فرضی معاملے کی آڑ میں حقیقتاً مسلم لڑکیوں کو ہندو بنایا جا رہا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ یہ ایک بارود کا ڈھیر ہے جو رفتہ رفتہ سلگ رہا ہے۔ اگر یہ پھٹ گیا تو اس کے انتہائی سنگین اور خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ اس سلسلے کو کسی نہ کسی طرح بہر حال روکنا ہوگا۔)

❍❖❍

شیر میسور ٹیپو سلطان شہید کے کارنامے!

ریحان ظفر صدیقی، مقام کٹھری پچھّم محلّہ، بیگوسرائے (بہار)

مرہٹوں کی یورش اور ٹیپو کی کارروائیاں:

حیدر علی نے مرہٹوں کے ساتھ ایک سابق معرکے کا قضیہ ختم کرنے کیلئے انہیں ۵۰ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا۔ انگریزوں کے خلاف حیدر علی کی پہلی جنگ کے بعد مرہٹوں نے اس خیال سے کہ دو سال تک انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما رہنے کی وجہ سے حیدر علی کی فوجی طاقت کمزور ہوتی چلی گئی ہے، مذکورہ رقم فوری طور پر ادا کرنے اور بصورت دیگر اس جنگ کے تمام مقبوضات واپس کرنے کا مطالبہ کرنے کے لیے سری رنگا پٹنم کا رُخ کیا۔ مادھوراؤ کی قیادت میں ایک لاکھ سواروں اور پچاس ہزار بندوقچیوں کا لشکر جرّار طمطراق کے ساتھ روانہ ہوا۔ حیدر علی کو جب اس یورش کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی فوج کو ایک نئی ترتیب کے ساتھ تقسیم کیا اور ٹیپو سلطان سمیت کئی کمانڈروں کی قیادت میں کئی دستے مختلف اطراف میں متعین کر دیئے اور مرہٹہ فوج کی بے حد کثرت اور اپنی فوجی قلت کے پیش نظر دفاعی جنگ کرنے اور شب خوں مارنے کی حکمت عملی اختیار کی۔

ٹیپو سلطان نے نہایت ذہانت، پھرتی اور بیدار مغزی کے ساتھ مرہٹہ افواج پر ایسے عجیب نفسیاتی اور جنگی مہارت سے بھرپور وار کیے اور شب خوں مارنے کی حکمت عملی کو ایسے احسن طریقے سے عملی جامہ پہنایا کہ مختصر عرصے میں ہزاروں مرہٹے ڈھیر ہوگئے اور ایک ماہ کا عرصہ گذرنے کے بعد بھی مرہٹہ افواج سری رنگا پٹنم میں داخل نہ ہوسکیں۔ اس اثناء میں مادھوراؤ کا جو کہ بوجہ علالت راستے ہی سے واپس ہوگیا تھا، پونا میں انتقال ہوا۔ اور اس کے جانشینوں میں اقتدار کا جھگڑا شروع ہوا۔ اس صورت حال سے حیدر علی کو فائدہ پہنچا اور انھوں نے آسان شرائط پر مرہٹہ سرداروں سے صلح کی اور ۱۷۷۰/ میں شروع ہونے والی اس مرہٹہ یورش کا خاتمہ ہوا۔ اور ۱۷۷۶/ میں جنگ کسی نتیجے پر پہنچنے سے قبل ہی ختم ہوگئی۔

انگریزوں کے ساتھ میسور کی دوسری جنگ:

پہلی جنگ میں شکست کے بعد برطانوی سامراج کے ایوانوں میں ہلچل مچ گئی اور انگریزوں کو پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ حیدر علی کی موجودگی میں ان کا ہندوستان پر مکمل قبضے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے گا۔ چنانچہ انھوں نے حیدر علی کو اپنے راستے کا سب سے بڑا پتھر سمجھ کر ہٹانے کیلئے بھرپور تیاریاں شروع کر دیں۔ انھوں

نے حسبِ سابق نظامِ حیدرآباد نواب آرکاٹ اور مرہٹوں کو حلیف بنانے کیلئے رابطے شروع کئے۔حیدر علی نے بھی اس متحدہ محاذ کو توڑنے اور اس میں دراڑیں ڈالنے کی کوششیں کیں۔اور مسلمان ہونے کے ناطے نظامِ حیدرآباد کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی لیکن نظام کی ناعاقبت اندیشی اور ہٹ دھرمی کے باعث انھیں ناکامی ہوئی۔چنانچہ حیدر علی نے انگریزوں کو مزید موقع نہ دینے کی غرض سے ۲۸/ مئی ۱۷۸۰/ کو ۹۰ ہزار فوج کے ہمراہ سری رنگا پٹنم سے خروج کیا۔انگریز بھی چونکہ نظام اور مرہٹوں کی حمایت نہیں لے سکے تھے اور تنہا حیدر علی کے مقابلے میں آنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا لیکن حیدر علی نے اسے مسترد کردیا۔اپنی فوج کو حسب سابق تقسیم کیا اور ایک بڑے دستے کی کمان ٹیپو سلطان کو دی جس کی عمر اب ۲۹ سال ہوگئی تھی اور وہ جرأت و بہادری، ذہانت و مہارت میں اپنا سکہ جما چکا تھا۔حیدری افواج مختلف علاقوں کو فتح کرتی ہوئی یولی لور کے مقام پر پہنچیں، جہاں ان کا مقابلہ کرنل بیلی کی زیر قیادت انگریز فوج سے ہوا۔گھمسان کا رن پڑا اور کرنل بیلی کی فوج کو شکست ہوئی۔ان کے سیکڑوں سپاہی مارے گئے اور ۳۶ بڑے افسران قید کیے گئے اور سری رنگا پٹنم جیل بھیج دیئے گئے۔ایک دوسرے جنرل منزو نے جب بیلی کی شکست کی خبر سنی تو ہتھیار ڈال کر بھاگ گیا۔ویلور پر بھی قبضہ ہوا، نواب آرکاٹ محمد علی کی فوجوں سے مقابلے کے بعد آرکاٹ فتح ہوا اور اس کے بڑے فوجی افسروں میں سے سید حامد راجہ بیر برادر میر جعفر صادق میسور افواج میں شامل ہوئے اور حیدر علی نے انکے مناصب کا لحاظ رکھتے ہوئے اعلیٰ فوجی عہدوں پر فائز کیا۔۱۵/ اگست ۱۷۸۱/ کو حیدر علی مدراس پر جو کہ انگریزی فوج کا ہیڈ کوارٹر تھا۔حملہ کیا اور انگریزوں کو زبردست جانی و مالی نقصان پہنچایا۔اس دوران انگریز گورنر جنرل نے فوج کی کمان جنرل آئرکوٹ کے سپرد کی، لیکن وہ بھی زیادہ دیر نہ جم سکا۔ٹیپو سلطان نے اس جنگ میں مثالی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا اور کئی اہم فوجی علاقے انگریزوں سے چھین کر سلطنتِ خداداد میں شامل کر لئے۔بد قسمتی سے اسی دوران ساحلی شہر ملبیار کے نائر قبیلے کے لوگوں نے بغاوت کی جس کو فرو کرنے کے لیے حیدر علی نے ٹیپو سلطان کو ملبیار بھیجا۔ٹیپو نے مختصر مدت میں وہاں کی بغاوت ختم کردی، لیکن اسے احتیاطی تدبیر کے طور پر کچھ عرصہ مزید وہاں گذارنے کا حکم دیا گیا۔

حیدر علی کی رحلت:

ابھی انگریزوں کے ساتھ معرکہ آرائی جاری تھی اور حیدر علی کی فتوحات کا سلسلہ بڑھتا جارہا تھا کہ حیدر علی آرکاٹ کے محاذ پر بیمار پڑ گئے۔ان کے جسم میں سرطان کے دانے نکلے ہوئے تھے۔چنانچہ انھوں نے

مرض کی شدت کو دیکھ کر سلطان کو فوراً واپسی کے لیے خط لکھا۔ ٹیپو سلطان خط پڑھ کر پائین گھاٹ کے مقام تک پہنچ گیا تھا کہ یکم محرم ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۲/ کو حیدر علی نے جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور ٹیپو سلطان کیلئے ایک عظیم مشن کی تکمیل کا بوجھ چھوڑ کر دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للّٰہِ وانا الیه راجعون ۔

ٹیپو کی جانشینی:

حیدر علی نے انتقال کے وقت اپنے امراء سلطنت کو وصیت کی تھی کہ جس وفاداری کے ساتھ آپ لوگ میری خدمت انجام دے رہے تھے اسی طرح میرے بعد ٹیپو سلطان کی بھی اطاعت کریں۔ ٹیپو نے سری رنگا پٹنم واپس پہنچ کر ۲۰/محرم ۱۱۹۶ھ کو سلطنت خداداد کا اقتدار سنبھالا۔ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے سے قبل اپنی ماں کی خدمت میں حاضری دی، اس کی دعائیں لی۔ دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بارِ امانت سنبھالنے کی توفیق کا استدعاء کیا۔ اور دربار میں آ کر تخت شاہی پر مسند نشیں ہوئے۔ دربار شاہی کی پہلی مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ قاری نے سورۂ حشر کے آخری رکوع کی تلاوت کی اور جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد "**لو انزلنا هذا القرآن**" پر پہنچے تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور پوری مجلس پر بہت دیر تک سکتہ طاری رہا۔ تخت نشینی کے بعد ٹیپو سلطان نے اپنی رعایا کے نام (جن کی اکثریت غیر مسلموں پر مشتمل تھی) جو پہلا سرکاری فرمان جاری کیا اس میں اس کے نیک عزائم، اعلیٰ افکار اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی کے جذبات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے، فرمان کے چند اہم نکات درج ذیل تھے:

(۱) میں ٹیپو سلطان بحیثیت حکمراں ریاست میسور سلطنتِ خداداد اس بات کو اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں کہ بلاتفریق مذہب وملت اپنی رعایا کی اخلاقی اصلاح کروں اور ان کی خوشحالی اور معاشی وسیاسی ترقی کیلئے کوشاں رہوں۔

(۲) مسلمانوں کی دینی واخلاقی بنیاد پر اصلاح کیلئے خصوصی قدم اٹھاؤں۔

(۳) انگریزوں کو اس ملک سے باہر کرنے کیلئے جو ہمارے حقیقی دشمن ہیں پورے ہندوستان کے لوگوں کو متحد کروں۔

(۴) مظلوم وبے بس عوام کو جاگیرداروں اور زمینداروں کے ظلم وستم سے نجات دلاؤں اور عدل وانصاف کی بنیاد پر ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کروں وغیرہ وغیرہ۔ (بشکریہ دارالعلوم دیوبند، ویب سائٹ)

گوشہ خواتین

ہاں ہم صرف نام کے مسلمان ہیں!

تحریر: زیبا انس، مالیگاؤں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تمہارے اندر سے شرم وحیا نکل جائے تو جو دل میں آئے وہ کرو!

گزشتہ دنوں ایک قریبی رشتے دار کے ہاں شادی میں جانا ہوا، شادی کی تاریخ سے دو دن قبل یعنی ہلدی کے دن ہی سے مجھے مدعو کیا گیا، خیر میں ان کی دعوت پر حاضر ہوگئی، شادی کی تمام تیاریاں زور وشور سے چل رہی تھیں، ہر کوئی بہت مصروف تھا، رتجگے کی رات کو گھر کے باہر لڑکے ڈی جے بجا رہے تھے، جبکہ گھر کے صحن میں ایک ہوم ڈی جے بج رہا تھا، وہاں ساری عورتیں بھی جمع تھیں، کچھ گلگلے بنا رہی تھی تو کچھ رقص کر رہی تھیں، مردوں کا بھی آنا جانا لگا ہوا تھا۔ بے حیائی پورے عروج پر تھی۔ میں بھی اسی بھیڑ کا ایک حصہ بن کر سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ہم کیسے مسلمان ہیں؟ کیا ہماری تہذیب یہی ہے؟ آخر ہم کس راستے پر گامزن ہیں؟

صبح دولہا تیار ہوکر اسٹیج پر آیا، اسٹیج کیسامنے سیکڑوں کرسیاں رکھی تھیں، جن پر باراتی بیٹھے ہوئے تھے۔ سہرا پڑھنے والے نے پڑھنا شروع کیا۔ کیمرا مین نے ویڈیو بنانا شروع کیا، پھر ایک اور بے حیائی و بے غیرتی کا دور شروع ہوگیا۔ دولہے کو کاجل سرمہ لگانے کے نام پر سجی سنوری بے حجاب عورتیں جن کے سروں پر دوپٹے تک نہیں تھے اسٹیج پر آ گئیں اور محفل کی زینت بن گئیں۔

کیا کاجل اور سرمہ گھر کے اندر نہیں لگایا جا سکتا تھا؟ سرِ محفل آکر لگانا ضروری تھا؟ ایک بار پھر دل تڑپ گیا اور میں سوچنے لگی کہ مسلمانوں کی غیرت کو کیا ہوا؟

دوسرے دن ولیمہ تھا، شادی ہال گھر سے کچھ ہی دور پر تھا، سب لوگ شادی ہال میں جانے کی تیاری کر رہے تھے، میں بھی تیار ہوکر بھابھی کے کمرے کی طرف گئی، دیکھا کہ دروازہ بند تھا اور باہر بہت ساری عورتیں کھڑی تھیں، میں نے وجہ معلوم کی کہ دروازہ کیوں بند ہے؟ تو اس کی نند نے کہا کہ بھابھی کا فوٹو سیشن چل رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا بھائی بھی اندر ہیں؟ تو جو جواب ملا، اسے سن کر تو میں لرز گئی۔ اس نے کہا کہ اس نے کہا: ''بھائی تو گاڑی میں بیٹھ چکے ہیں، صرف بھابھی اندر ہیں''

اغیار کی تقلید کرتے کرتے آج ہم کہاں آ چکے ہیں؟ کس تباہی کی طرف جا رہے ہیں؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ گھر کی عزت اس معصوم اور پاکیزہ وجود کو بنا سنوار کر، جو ہمیشہ سے زیادہ خوب صورت دکھ رہی ہوتی ہے، اس کو لوگوں کی ہوسِ دید کی تسکین کے لئے بے حجاب اسٹیج پر لا کر بٹھا دیا جاتا ہے؟ بہت افسوس ہوتا ہے جب لوگ یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ یہ دن کون سا روز روز آتا ہے اور نتیجتاً ایسے دن میں، جو بہت ارمانوں کے بعد آتا ہے، خوب جی بھر کے اللہ رب العزت کی نافرمانی کی جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی کتنا برحق ہے کہ:- جب تمہارے اندر سے شرم وحیا نکل جائے، تو جو دل میں آئے وہ کرو (حدیث شریف)

منظور کردہ تجاویز وکاروائی

میٹنگ اراکین مجلس عاملہ ومدعوئین خصوصی جمعیۃ علماء بہار

زیر صدارت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم، صدر جمعیۃ علماء بہار

مورخہ ۲۷/اپریل ۲۰۱۷ء، بروز جمعرات، بوقت ۱۰/بجے صبح، بمقام: نفیس کالونی پٹنہ

جمعیۃ علماء بہار کے اراکین مجلس عاملہ اور مدعوئین خصوصی کی اہم اور مشاورتی نشست صدر محترم جمعیۃ علماء بہار جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی، اراکین مجلس عاملہ اور مدعوئین خصوصی شریک ہوئے، جناب قاری مسلم ایاز جہاں آباد نے قرآن کریم کی تلاوت سے مجلس کا آغاز کیا، جناب مولانا محمد ناظم نے سابقہ کاروائی کی خواندگی کی، تمام اراکین عاملہ نے اس کی توثیق فرمائی، گذشتہ منظور شدہ تجاویز کی روشنی میں موصوف نے سکریٹری رپورٹ پیش کیا، سامعین نے جذباتی انداز میں اس کی تائید فرمائی، اور کہنے لگے: اس سے پہلے اتنے کم وقت میں اس طرح کا کام نہیں ہوا، مولانا موصوف کے عہدِ صدارت میں الحمدللہ کام میں بڑی تیزی آئی ہے۔ باتفاق رائے درج ذیل تجاویز منظور کی گئی۔

(۱) جمعیۃ علماء بہار کی ترقی اور استحکام پر غور:

جمعیۃ علماء بہار کی ترقی اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ مقامی اور ضلعی شاخوں کو مظبوط کیا جائے، اس لئے جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس، تمام اراکین مجلس عاملہ اور ضلعی صدور ونظماء وممبران سے گذارش کرتا ہے کہ جمعیۃ علماء بہار کو منظّم اور مستحکم بنانے کے لئے آگے آئیں اور تعاون وتناصر کی فضاء ہموار کریں، جس کے لئے درج ذیل چیزوں پر توجہ دی جائے۔

(۱) جمعیۃ علماء کی ضلعی شاخوں کو متحرک اور فعال بنایا جائے۔

(۲) جہاں اب تک ضلعی شاخ قائم نہیں ہے وہاں اس کے قیام کی کوشش کی جائے۔

(۳) بلاک اور پنچایت سطح پر بھی شاخوں کے قیام پر توجہ دی جائے۔

(۴) ایسے لوگوں کو ذمہ داری دی جائے جو مزاج کے اعتبار سے جمعیتی ذہن کا ہو۔

(۵) جمعیۃ کی طرف سے ایسا بیان دیا جائے جو جمعیۃ کے منشا اور پالیسی کے خلاف نہ ہو۔

(۶) جمعیۃ کے کام کو عبادت سمجھ کر کیا جائے۔

(۷) رمضان کے بعد صدور وسکریٹری کی تربیتی نشست بلائی جائے اور انہیں جمعیۃ کے اغراض ومقاصد سے روشناس کرایا جائے۔

(۸) قانونی اعتبار سے کوٹہ کی رقم جمع کئے بغیر صدور وسکریٹری کا انتخاب نہ کرایا جائے۔

(۲) پسماندہ علاقوں میں دینی مکاتب کے قیام پر غور:

جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس ریاست بہار کے پسماندہ وناخواندہ علاقوں میں دینی مکاتب کے قیام کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے، دیہی آبادی اور خاص طور سے دوردراز کے علاقوں میں جہالت اور دین وایمان سے بے خبری عام ہے، بہت سے افراد ایسے ہیں جو صحیح کلمہ نہیں جانتے، اور عصری تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو دین کی ابتدائی اور اہم باتیں بھی معلوم نہیں ہوتی ہیں، ان میں شرک وکفر اور بدعات کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے، بلکہ آگے بڑھ کر اس میں کھلے عام شریک ہورہے ہیں، اس بے خبری اور دین سے جہالت کے سبب قادیانی اور دیگر باطل افکار کے حامل فرقے مسلمانوں کو اپنے دام میں پھنسانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ اس افسوس ناک صورت حال میں جمعیۃ علماء بہار کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس پوری ملت اسلامیہ سے پرزور اپیل کرتا ہے:

۱۔ ملک کے دینی یا سماجی طور سے پسماندہ علاقوں میں ایسے دینی مکاتب کا قیام عمل میں لایا جائے، جہاں کم از کم ابتدائی بنیادی تعلیمات کا معقول نظم ہو۔

۲۔ ایسے دینی مکاتب میں کل وقتی تعلیم کم از کم صباحی، شبینہ تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

۳۔ یہ اجلاس ریاست بہار کے تمام دینی، تعلیمی اداروں اور مدارس سے پرزور درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے کل بجٹ کا ۱۰ رفی صد دینی مکاتب کے قیام اور ان کے موثر طریقے پر چلانے کے لئے مختص کریں، بالخصوص جماعتی اکائیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم آبادیوں کا جائزہ لے کر زیادہ سے زیادہ مکاتب کے قیام کے لئے متواتر جدوجہد کرتی رہیں، اس سلسلہ میں عوامی سطح پر مختلف عنوانات کے تحت لوگوں سے رابطہ بھی بہت اہم ہے، اس کے ذریعہ دین کی باتیں پہونچانے میں آسانی ہوگی۔

(۳) اسلامی تشخص کے تحفظ اور معاشرتی اصلاح پر غور:

جمعیۃ علماء بہار کے اس اجلاس کو مسلمانوں کے تعلق سے اسلامی تشخص کو لے کر بڑی تشویش ہے، اس سلسلہ میں لاپروائی اور غفلت روز بروز بڑھتی جارہی ہے، مغربی تہذیب کے غلبے اور جاہلی رسوم وروایات کے

فروغ کی وجہ سے مسلم معاشرہ بھی پوری طرح بگاڑ کا شکار ہوگیا ہے، معاملات، تجارت، شادی، بیاہ میں بے راہ روی عام ہے، جوا، سنیما بینی، جہیز، شراب نوشی، بے پردگی، اور رحم مادر میں قتل نفس نے خطرناک شکل اختیار کرلی ہے، بے حیائی، بدکاری تیزی سے بڑھ رہی ہے، فحش گانوں کو بجانا اور علی الاعلان سننا، سنانا، موبائل کے ذریعہ گندے اور غیر اخلاقی مواد کی اشاعت نے حیا وشرافت کا جنازہ نکال دیا ہے، اس کے مدنظر یہ اجلاس خاص طور سے علماء، ائمہ مساجد اور ذمہ داران حضرات کو ذیل کے طریقوں کو اختیار کرنے کی اپیل کرتا ہے۔

۱۔ ہر بستی اور محلّہ میں اصلاحی کمیٹیاں قائم کر کے عوام کو اسلامی تشخص کی طرف متوجہ کیا جائے، آپس میں سلام کو رواج، صورت وسیرت کو اسلامی رنگ میں ڈھالنے کی ترغیب، توحید ورسالت، آخرت، وغیرہ بنیادی عقائد عام کریں، اور گھروں میں دینی ماحول قائم کیا جائے، نوجوانوں اور ان کے والدین کو سمجھایا جائے کہ شادی میں جہیز پر نظر رکھنا شریعت اور اعلی انسانی قدروں کے خلاف ہے۔

۲۔ رحم مادر میں دختر کشی، جہیز کے لئے قتل اور بات بات پر طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات پر روگ لگانے اور ان سماجی لعنتوں سے ہر حال میں خود کو دور رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

۳۔ اصلاح معاشرہ کے پروگراموں کو ملی فریضہ سمجھتے ہوئے انجام دیا جائے، انفرادی ملاقات، مٹینگوں، لٹریچر اور دیگر طریقے اختیار کر کے فحش پروگراموں اور دوسری خرافات سے بچنے اور بچانے کی تلقین کی جائے، داڑھی رکھنے، شرعی لباس اور اسلامی وضع قطع کے مطابق زندگی گذارنے کی ترغیب دی جائے، انسداد فحاشی مہم کے لئے شرعی واسلامی طریقوں پر زور دیا جائے۔

۴۔ شادی بیاہ، ختنہ وغیرہ میں اسراف اور جہیز وتلک کی ناجائز رسموں کے خلاف تحریک چلائی جائے۔

۵۔ عام لوگوں بالخصوص نوجوانوں کو منشیات کے استعمال سے روکا جائے۔

(۶) جمعیۃ علماء ہند کی تحریک ہے کہ ملک بھر میں نشہ مخالف، جہیز بندی، فحاشی، اور عریانیت کے روک تھام پر ملک گیر تحریک چلائی جائے، جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ریاستی اور ضلعی ذمہ داران زمینی سطح پر اس تحریک کو آگے بڑھانے میں تعاون کریں اور شریعت بیداری مہم پروگراموں کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ دیں۔

(۷) مسئلہ طلاق، حلالہ ودیگر شرعی وبنیادی مسائل پر پمفلیٹ اور لٹریچر شائع کئے جائیں۔

(۴) ضلعی اور مقامی جمعیتوں کی رپورٹوں کی روشنی میں کارکردگی پر غور

جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ ہر ماہ ضلعی شاخوں کے ذمہ داران رپورٹ ارسال کریں اور

ریاستی دفتر سے مرکز رپورٹ ارسال کی جائے۔

(۵) موجودہ ملکی فرقہ وارانہ صورت حال پر غور

ملک کی صورت حال انتہائی نازک ہے، برسوں سے ایک ساتھ رہ رہے ہندو مسلم، سکھ، عیسائی کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوششیں ہورہی ہیں، اپنی سیاسی بقااور کرسی اقتدار کے حصول کیلئے ملک میں فرقہ وارایت کو بڑھاوادینے کی پوری پلاننگ چل رہی ہے۔ بہار کی سرزمین جو بہت پرامن سمجھی جاتی ہے، یہاں بھی حالات کو مکدر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، صوبہ بہار کی راجدھانی شہر پٹنہ سے 110 رکیلومیٹر دور، نوادہ شہر کے بڑی درگاہ، گاؤں، سدبھاونا چوک اور مضافات میں جوابھی کچھ بھی ہوا وہ ہماری آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے، ایسے حالات میں جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس نہایت ہی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس صورت حال پر سنجیدگی سے غور کیا جائے، انوادہ میں ابھی جو کچھ بھی ہوا، پولیس پر کاروائی کی جائے، اور جو نقصانات ہوئے ہیں اس کی تلافی کی جائے۔ جمعیۃ علماء بہار اپنے تمام ضلعی شاخوں اور اراکین وممبران سے مطالبہ کیا ہے کہ امن وامان کی بحالی کیلئے وہ خود بھی آگے آئیں، اور فرقہ پرستوں کی کوششوں کو ناکام بنائیں، افواہوں پر دھیان نہ دیں، پرامن طور پر مسائل کر حل کریں۔

(۶) جمعیۃ علماء بہار کے آمد وخرچ پر غور۔

آمد وخرچ پر غور کرتے ہوئے جمعیۃ کو مالی اعتبار سے مضبوط کرنے کیلئے مندرجہ ذیل چیزوں کی منظوری دی گئی۔

(۱) صدور وسکریٹری کو اختیار دیا جائے کہ کسی مبلغ کو بحال کریں۔

(۲) برائے تصدیق مدارس کے اساتذہ سے 300 روپے فیس کی منظوری دی گئی۔

(۷) دیگر امور باجازت صدر محترم

مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسیٹی کا قیام ہی عربی اور فارسی زبان کی ترویج وشاعت کیلئے ہوا تھا، مگر اب وہ جنرل یونیورسیٹیوں کی طرح کام کررہی ہے، وہ اپنے مشن اور مقصد سے بری طرح بھٹک چکی ہے، جمعیۃ علماء بہار کا یہ اجلاس اپنی تہذیب وثقافت کی بقا کیلئے مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسیٹی سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس پر توجہ دی جائے۔ صدر محترم کی دعاء سے مجلس کا اختتام ہوا، دعاء سے قبل انہوں نے خلوص وللّٰہیت سے کام کرنے کی تلقین کی، تمام اراکین اور ذمہ داران کو جمعیۃ علماء ہند کے اغراض ومقاصد کو غور سے پڑھنے کی بھی گذارش کی، اور جمعیۃ کے کام کو ثواب سمجھ کر کریں، رضائے الٰہی کیلئے کام کریں۔

جمعیۃ علماء بہار کی دینی، ملی اور قومی سرگرمیاں

جمعیۃ علماء بہار کی ٹیم نوادہ میں: صوبہ بہار کی راجدھانی شہر پٹنہ سے 110 رکیلو میٹر دور، نوادہ شہر کے بڑی درگاہ، گاؤں، سد بھاونا چوک اور مضافات میں مسلمانوں کے پر جو مظالم ڈھائے گئے ہیں وہ بہار ہی نہیں، ہندوستان کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے، جمعیۃ علماء بہار کے صدر محترم جناب مولانا محمد قاسم صاحب کی ہدایت پر جناب مولانا محمد ناظم صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہا کی نگرانی میں جمعیۃ علماء بہا کی ٹیم موقع واردات پر حالات کا جائزہ لینے کیلئے پہونچی، متاثرین، مظلومین کی روداد سن کر تفصیلی رپورٹ تیار کی، اور اخبارات کے ذریعہ حکومت کی توجہ مبذول کرائی، اس وفد میں جمعیۃ علماء بہار کے جنرل سکریٹری کے علاوہ، جمعیۃ علماء پٹنہ کے صدر جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب، جمعیۃ علماء پٹنہ کے جنرل سکریٹری خالد انور پورنوی، ایم ڈی اسجد، ماسٹر ظفر کے علاوہ جمعیۃ علماء نوادہ کے صدر جناب مولانا مقصود احمد نعمانی، جنرل سکریٹری مولانا نصیر الدین، نائب صدر مولانا ضیاء الدین، قاری شوکت، ڈاکٹر مسعود عالم، ڈاکٹر صغیر احمد، الحاج نصیر الدین، دیگر جمعیت علماء نوادہ کے ذمہ داران اور مقامی حضرات کثیر تعداد میں موجود تھے۔

واضح رہے کہ جائزہ سے قبل جمعیۃ علماء ضلع نوادہ اور دانشوران کی دار القرآن انصار نگر میں ایک اہم میٹنگ بھی منعقد ہوئی، جس کی صدارت جمعیۃ علماء بہار کے جنرل سکریٹری جناب مولانا محمد ناظم نے فرمائی، امن وشانتی برقرار رکھنے کیلئے کی متاثرین ومظلومین سے جہاں اپیل کی گئی، جمعیۃ علماء بہار نے واضح طور پر اعلان کیا کہ مصیبت کی اس گھڑی میں جمعیۃ علماء ان کے ساتھ شریک ہے۔

شرعی زندگی گذاریں اور خود کو آخرت کیلئے وقف کردیں: قاری سید محمد عثمان منصور پوری

معہد ارشد اطہر نگر، کوروڈیہہ، بھاگلپور میں جمعیۃ علماء بہار کے زیر اہتمام شریعت بیداری وعظمت اولیاء کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت امیر الہند حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری صدر جمعیۃ علماء ہند نے فرمائی، قائد جلسہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم اپنی علالت اور نقاہت کی وجہ سے شرکت نہیں فرما سکے۔ صدارتی خطاب کرتے ہوئے حضرت قاری صاحب نے لوگوں کو جینے کا سلیقہ اور آخرت کی تیاری کی رہنمائی فرماتے ہوئے کہا: آپ دنیا میں شرعی زندگی گذارنے اور آخرت کی تیاری میں خود کو وقف کردیں، دینی خدمت دنیا وآخرت دونوں جگہ کام آئیگا۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے میں پیش پیش رہیں، تعلیم کے بغیر زندگی مکمل نہیں ہے۔ لوگوں کو شرعی قانون سے واقف کراتے ہوئے شریعت پر چلنے کی تلقین کی۔ پروگرام سے مولانا عطاء الرحمٰن مفتاحی مہتمم

الجامعہ الحسبیہ پورینی، جناب مولانا محمد ناظم صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار، جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب صدر جمعیۃ علماء پٹنہ نے بھی اہم خطاب فرمایا، کثیر تعداد میں پروگرام میں لوگوں نے شرکت کی، اساتذہ معہد ارشد مولانا سعد رالرحمٰن، قاری محمد سعود عالم، مولانا محمد عامر الدین، مہتمم مدرسہ مولانا محمد عاصم صاحب، مولانا مجود عالم بھاگلپوری نے پروگرام کو کامیاب بنانے کیلئے ہر طرح کا تعاون کیا، خاص طور پر مولانا محمد ناظم صاحب، مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب، مولوی عبدالرقیب آزاد صاحب، مولوی عطاء الرحمٰن صاحب اور محمد عالم صاحب وغیرہم نے حضرت قاری صاحب کا والہانہ استقبال کیا، نظامت کے فرائض مولانا محمد عامر الدین قاسمی نے انجام دیا۔

نوجوان غلط راہ اختیار نہ کریں، وہی ہماری امید ہیں: صدر جمعیۃ علماء بہار

مدرسہ اسلامیہ پالی، گھنشیام دربھنگہ کے جلسہ دستار بندی واصلاح معاشرہ میں صدارتی خطاب

(مورخہ ۸؍مئی) مدرسہ اسلامیہ پالی گھنشیام دربھنگہ کا جلسہ دستار بندی اور اصلاح معاشرہ پروگرام جناب مولانا محمد قاسم صاحب صدر جمعیۃ علماء بہار کی صدارت میں منعقد ہوا، وقت کی قلت، اور اچانک دہلی کا سفر درپیش ہونے کی وجہ سے تفصیلی خطاب نہیں فرماسکے، لیکن مختصر مگر جامع اور اہم باتیں بیان فرمائی۔ صدارتی خطاب کا آغاز کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: آج ہم سب دنیا میں مصروف ہیں، حالانکہ دنیا تو ختم ہونے والی ہے، جھوٹ، غیبت، چغلی اور ایک دوسرے کی الزام تراشیوں میں ہم سب مصروف ہیں، ہمارے انہی اعمال کی وجہ سے ہم پر مصیبتیں آتی ہیں، انہوں نے نوجوانوں کو غلط راہ اور غلط روِش سے بچنے کی بھی تلقین کی، طلاق کے بارے میں ہورہی غلط فہمی کا بھی ازالہ کیا، انہوں نے شوہروں کو عورتوں کے بارے میں ڈرنے کی بھی ہدایت دی، اور بتایا کہ طلاق ایک ضرورت ہے، اور کئی شرطوں کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی اجازت دی ہے، اور آج تو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ بیوی پاک ہے یا ناپاک ہے اور غصہ میں آکر طلاق دے دیا جاتا ہے۔ مدرسہ کے قیام کے مقاصد کو بتاتے ہوئے انہوں نے مدرسوں کے سلسلہ میں امانت کے خیال رکھنے کی طرف بھی رہنمائی فرمائی، اور مختصر دعاء کے بعد دربھنگہ سے پٹنہ اور یہاں سے دہلی کیلئے روانہ ہوگئے۔

مغرب کی نماز کے بعد مفتی خالد انور پورنوی نے استقامت کے عنوان پر اہم خطاب فرمایا، ملک میں پیش آمدہ مسائل کی صورت میں اسلام اور اس کی تعلیمات پر مضبوطی سے کاربندر ہنے پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا: حالات جیسے بھی ہوں؛ مگر اسلام اور اس کی تعلیمات واحکامات پر مضبوطی سے قائم رہنا ہے، انہوں نے یوگا اور سوریہ نمسکار کے حوالہ سے واضح طور پر فرمایا: سوریہ نمسکار اور یوگا رکفر اور شرک والا عمل ہے، ہم اسکول میں تعلیم حاصل کرنے ولے بچوں سے اپیل کرتے ہیں کہ دوسروں کے بہکاوے میں اپنے ایمان کو برباد نہ کریں، جمعیۃ

علماء بہار کے جنرل سکریٹری جناب مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی نے اعمال واخلاص کے عنوان پر اپنے زوردار خطاب میں فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ارشادفرمایا: دنیا کے تمام انسان ہلاکت میں ہیں، مگر علماء اور علماء بھی ہلاکت میں ہیں، مگر عمل کرنے والے، اور عمل کرنے والے بھی ہلاکت میں ہیں، مگر مخلصین، اور مخلصین بھی بہت بڑے خطرے میں۔ فاضل نوجواں نے اس حدیث کی روشنی میں مذہب اوراس کی آفاقی تعلیم پر کھل کر گفتگو فرمائی، انہوں نے واضح طور پر یہ کہا: اسلام اوراس کی تعلیمات تو قیامت تک محفوظ ہیں، ہاں اگر مسلمان اپنی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اسلام اوراس کی تعلیمات پر عمل کرنا پڑیگا، انہوں نے زور دیکر کہا: مسلم پرسنل لا کوخطرہ کسی اور سے نہیں، اپنوں سے ہے، ہم اوراورآپ سے ہے، جب تک ہم اس پر عمل نہ کریں، پرسنل لاء کا تحفظ نہیں ہوسکتا ہے، مدرسہ اسلامیہ پالی کے مہتمم جناب مولانا مفتی نظرالباری کی محنت وجانفشانی سے جلسہ دستار بندی واصلاح معاشرہ کوتاریخ ساز کامیابی ملی۔

خسروپور کے اصلاح معاشرہ پروگرام میں جنرل سکریٹری کی شرکت

ضلع پٹنہ سے قریب علاقہ خسروپور کے غنی چک محلّہ میں ۱۵؍ویں شعبان کی رات جمعیۃ علماء بہار کے زیر اہتمام اصلاح معاشرہ کا پروگرام منعقد ہوا، جس میں جناب مولانا محمد ناظم صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار، مولانا نورالزماں استاذ جامعہ مدنیہ سبل پور، مفتی خالدانور پورنوی، مولانا نصیرالدین شریک ہوئے، جس کی صدارت جمعیۃ علماء بہار کے ناظم اعلیٰ جناب مولانا محمد ناظم نے فرمائی، حافظ محمد مصطفیٰ صاحب امام مسجد کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا، جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے طالب علم ابوسعد پورنوی نے نعت نبی پیش کیا، مولانا نورالزماں دریاپوری نے ۱۵؍ویں شعبان کی فضیلت پراہم خطاب فرمایا، اور معمولات سے بھی لوگوں کو روشناش کرایا، ماہنامہ ندائے قاسم پٹنہ کے ایڈیٹر خالدانور پوری نے ''مذہب اسلام دین رحمت ہے'' کے عنوان پر تفصیلی خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کے رسول کی آمد دنیاوالوں کیلئے رحمت ہے، آپ کو جو دین ملا ہے، وہ بھی رحمت ہے، مذہب اسلام کبھی بھی کسی کیلئے زحمت نہیں بنا ہے، جناب مولانا محمد ناظم جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار نے اسلام کے بنیادی ارکان پر تفصیلی خطاب فرماتے ہوئے مسلمانوں کواسلام، محاسن اسلام سے روشناش کرایا، ۱۵؍ویں شعبان کی رات کی فضیلت کو بتاتے ہوئے انہوں نے کہا: آج کی رات بڑی فضیلت والی رات ہے، نوجوانوں کوموٹرسائیکل کے ذریعہ شوروہنگامہ کرنے سے بچنے کی بھی موصوف نے تلقین کی، واضح رہے کہ خسروپورا اور مضافات میں کسی زمانے میں مسلمانوں کی طوطی بولتی تھی، مگراب گنے چنے مسلمان ہی رہ گئے ہیں، غنی چک میں صرف دس گھرانہ مسلمانوں کا ہے، بقیہ دوسرے برادران وطن ہیں، موصوف نے لوگوں کوامید دلائی کہ وہ اسی طرح آتے رہیں گے، موصوف کی رقت آمیز دعاء پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ ❍❖❍

شب وروز

روٹی بنانے والی مشین کاافتتاح : جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ میں طلبہ اوراساتذہ کی کثرت کی وجہ سے روٹی کا انتظام کرناایک چیلینج سے کم نہیں تھا، خباز (روٹی بنانے والے باورچی) کا یا تو ملنا مشکل اوراگرملتا چنددنوں کے بعدوہ راہ فراراختیار کر لیتے، جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم صدر جمعیۃ علماء بہارکواللہ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنی محنت وجدوجہد سے جامعہ کیلئے روٹی بنانے والی مشین کا انتظام فرمایا۔اس مشین کی خاصیت یہ ہے کہ ایک گھنٹہ میں دوہزارروٹی بناسکتی ہے، مورخہ ۳۰/اپریل ۲۰۱۷ءکوآپ ہی کی دعاء سے مشین کاافتتاح ہوا،اس موقع پرحضرت مولانا محمد ناظم صاحب، ناظم جامعہ ہذا، جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب صدرالمدرسین جامعہ ہذاودیگراساتذہ جامعہ ہذاموجود تھے۔

امیرالهندکی سرپرستی میں امتحان سالانه کاآغاز : گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی دارالعلوم دیوبند کے مؤقر استاذ حدیث، امیرالہندحضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری صدر جمعیۃ علماء ہندنے اپنی سرپرستی ونگرانی میں جامعہ ہذاکےامتحان سالانہ کا آغازفرمایا،عربی درجات کے کئی کتابوں کا امتحان لیا،اور جہاں بہترین کارکردگی کرنے والےطلبہ کوسراہا،بہترین کارکردگی نہ کرنے والےطلبہ کو تنبیہ فرمائی اوراساتذہ کومختلف ہدایات دیں،واضح رہے کہ حضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری دامت برکاتہم اس سے قبل بہاروجھارکھنڈ کے مختلف مقامات میں منعقد ہونے والے اجلاس عام میں شریک ہوئے اورتاریخی خطاب فرمایا۔مورخہ ۲۸/اپریل ۲۰۱۷ء اسلام پور گھگڑیاکے جلسہ عام میں شریک ہوئے اورخطاب فرمایا،جبکہ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم ملیا گھگڑیا میں نماز جمعہ کی امامت فرمائی،اورخصوصی خطاب بھی فرمایا۔ مورخہ ۲۹،۳۰/اپریل ۲۰۱۷ءکودمکاجھارکھنڈ کے اجلاس عام میں۔یکم مئی کومدرسہ اسلاح المسلمین چمپانگر بھاگلپور کےختم بخاری میں شرکت فرماکر بخاری شریف کے آخری حدیث کا درس دیکر بخاری شریف ختم فرمایا۔ ۲/مئی ۲۰۱۷ءبروزمنگل معہدارشداطہرنگرکوروڈیہہ بھاگلپور میں منعقد ہونے والےشریعت بیداری وعظمت اولیاء کانفرنس کی صدارت فرمائی اوراہم خطاب فرمایا،بعدنمازعصرجامعہ دارالبنات کوروڈیہہ چندلمحوں کیلئے تشریف لائے اورترقیات کیلئے دعاءفرمائی،اورپھروہیں سے سپاہی ٹولہ کوروڈیہہ کی نوتعمیرشدہ مسجدعائشہ کاافتتاح کرتے ہوئے نمازمغرب کی امامت فرمائی،اورحضرت مولاناحسین احمد صاحب بن حضرت مولاناعبدالسلام صاحبؒ بھاگلپوری نے مسجد کی فضیلت پرمختصراًبیان فرماکردعاءخیرفرمایا۔اب یہاں سے روانہ ہوکرمدرسہ احیاءالعلوم ناتھ نگر بھاگلپور کے جلسہ دستاربندی میں شریک ہوکرخطاب فرمایا۔۳/مئی جموئی جھاجھاکے پروگرام میں شریک ہوئے اور۴/مئی جامعہ مدنیہ سبل پورپٹنہ تشریف لائے اورامتحان سالانہ کاآغازفرمایا۔ ❍ ❖ ❍

روشنی

ہر چیز کے ساتھ خوبی کا برتاؤ ضروری!

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو باتیں میں نے (خصوصیت کے ساتھ) یاد رکھی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا ضروری قرار دیا ہے، لہذا جب کسی (کسی جائز وجہ سے) قتل کرو تو خوبی کے ساتھ قتل کرو اور جب (جانور کو) ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ ذبح کرو اور (خوبی کی ایک صورت یہ ہے کہ) ذبح کرنے والا اپنی چھری تیز کر لے، اور جانور کو آرام پہنچائے۔ (مسلم: ۱۵۳/۲)

احسان حسن سے لیا گیا ہے جس کا ترجمہ ہے ’خوبی کا برتاؤ کرنا‘، مومن کو چاہئے کہ جس سے بھی اس کا واسطہ پڑے (انسان ہو یا جانور) اس سے خوبی کا برتاؤ اور اچھا سلوک کرے، خوبی کیا ہے؟ یہ ہر شخص کی خود اپنی بصیرت پر ہے کہ ہر موقع اور ہر معاملہ میں یہ غور کرے کہ اس وقت میرے لئے خوبی کا برتاؤ کا کیا موقع ہے؟ جب ذبح اور قتل کرنے میں بھی خوبی کے برتاؤ کی ضرورت ہے جو ذرا سی دیر کا کام ہے، اور جس میں وقتی تکلیف ہے تو جن اشخاص سے روزانہ واسطہ پڑتا ہو ان کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا کس قدر ضروری ہوگا۔

جانور سے اچھا برتاؤ: ذبح کرنے میں خوبی کا برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جزوی مثال بھی ذکر فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ کھٹل چھری سے ذبح نہ کرے، اور چھری کو ذبح سے پہلے تیز کر لے، نیز یہ بھی فرمایا کہ ذبیحہ کو آرام پہنچائے جس کی بہت سی صورتیں ہیں، مثلاً یہ کہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال نہ کھینچے، اور کوئی عضو نہ کاٹے، بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح نہ کرے، ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے اور چھری کو اس کے سامنے تیز نہ کرے۔

ایک شخص ایک بکری کو کان پکڑ کر کھینچے لئے جا رہا تھا، اسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اس کا کان چھوڑ دے اور گردن پکڑ کر لے جا۔ (ابن ماجہ)

دودھ دوہنے میں خوبی کا برتاؤ یہ ہے کہ ناخن بڑھے ہوئے ہوں، تو ان کو تراش کر دودھ نکالے، تا کہ تھنوں میں نہ چبھیں۔

سوار ہونے میں خوبی کا برتاؤ یہ ہے کہ جانور کو خواہ مخواہ نہ دوڑائے، اس پر چڑھے چڑے باتیں نہ کرے، منزل پر پہنچ کر اس کے چارہ کی فکر کرے، اور اس کا کجاوہ کاٹھی، زین اتار کر دوسرے کام میں لگے، وغیرہ وغیرہ۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین